قُبّہ

دفن قبہ میں ہوئے فاروقؓ و صدیقؓ و نبیؐ

از قلم بلاغت رقم جناب سید مظہر حسین صاحب بی اے منشی فاضل

جسے

انجمن معین الاسلام لاہور نے برائے
افادۂ مسلمین طبع کرا کر مفت تقسیم کیا

غیر ممبروں سے قیمت ۲

(مطبوعہ کریمی پریس لاہور)

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سید مظہر حسین صاحب بی۔ اے منشی فاضل لاہور

کے اُن چند نوجوانوں میں سے ہیں جو کسبِ معاش سے چند گھنٹوں میں فارغ ہو کر باقی وقت خالصاً لوجہ اللہ خدمتِ دین و اصلاح مسلمین میں خرچ کرتے ہیں۔ اور اسکا اجر خدا پر چھوڑتے ہیں۔ گذشتہ پانچ سال آپ کا خنجر قلم دشمنانِ صحابہ کرام کے حملے روکنے میں مصروف رہا ہے۔ جب اوسکی روانی نے دشمنوں کے طعن و تشنیع کی گردنیں کاٹ کر الگ کر دیں اور بزرگانِ دین کے اعدا کے بغض و تعصب کی کالی گھٹائیں جو مطلع لاہور کو مکدر کر رہی تھیں پھٹ چکیں اور اسلام کی واجب التعظیم ہستیوں کے نورانی چہرے اپنی ضو فگنی سے چشم حسود کو خیرہ کر چکے۔ تو مسلمانوں کا ایک اور قسم کے دشمنانِ بزرگان سے سامنا ہو گیا۔ یہ دشمن روافض کی طرح زبان سے گالی نہیں نکالتے بلکہ بزرگوں کو اپنا مقتدا تسلیم کرتے ہیں۔ مگر انہیں اُن کے آثار مبارکہ سے دشمنی ہے اور وہ نہیں چاہتے کہ اُنکو کوئی نشان پیش نظر رہے۔ اُن کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو باپ کو گالی تو نہیں نکالتا مگر یہ بھی نہیں چاہتا کہ پدر بزرگوار خوش پوش نظر آئیں اور جب وہ اُنہیں لباس زیبا دیکھ لیتا ہے تو اُن کا قبہ و جبہ الگ کر کے اُنہیں عریاں کر دیتا ہے۔ مبادا کہ پُر وقار شکل اُنکی تعظیم دل میں پیدا کر کے اسے مشرک بنا دے

صاحبان! یہ نرالی قسم کے دشمن نجدی وہابی ہیں۔ جنہوں نے طائف میں بیدریغ خون مسلمیں بہایا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عم زاد بھائی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے روضہ منورہ کو گرایا۔ اور مکہ معظمہ میں مساجد و مقابر و مآثر متبرکہ کو منہدم کر دیا۔ جب اس تہلکۂ عظیمہ کی خبر ہندوستان میں پہنچی تو ہمارے سیاسی اخباروں نے اسکی تکذیب کی اور بتایا کہ ابن سعود ایسا بے وقوف نہیں ہے کہ ایسی حرکت شنیعہ کا مرتکب ہو کسی عینی شہادت کا انتظار کرنا چاہئے۔ جب حاجیوں نے آکر ان مظالم اور بے ادبیوں کی تصدیق کی۔ تو بہت سے حضرات جو محض لوجہ اللہ بے غرضانہ قومی کام کر رہے تھے نجدیوں سے اظہار بیزاری کرنے پر مجبور ہوئے۔ مگر جنکو جبہ و قبہ و انعام و اکرام ملنے کی امید تھی وہ سراپا نجدیت بنگئے۔ اور نجدیوں کی سفاکیوں کے جواز میں فتوے اور مضامین لکھنے میں مصروف ہوگئے۔ چنانچہ اُنہوں نے بڑے دھڑلے سے مسلمانوں کے قتل اور مقامات مقدسہ کے گرانے کو جائز ثابت کیا۔

سیّد مظہر حسین صاحب کے قلم میں خدا نے زور بخشا ہوا ہے اور وہ جس مضمون پر قلم اٹھاتے ہیں اُسے نہایت معقولیت سے نبھاتے ہیں۔ احباب کا تقاضا ہوا کہ سید صاحب جواز تعمیر قبب اور مساجد و مآثر کے انہدام کے خلاف عقل و نقل سے بحث کریں اور حق بات بلا تامل کہدیں۔ چنانچہ آپ نے نہایت مہربانی سے فرمائش احباب کو پورا کیا۔ اور تحقیق انیق سے بتوفیق ایزدی جو ان کے رفیق حال رہی مسئلہ قباب پر ایک جامع و مانع بحث کی جو نذرِ مسلمین ہے۔ یہ تحریر ایک انگریزی خوان کے فکر کا نتیجہ ہے جس نے مخالف و موالف کے دلائل کا مطالعہ کرکے علماء کرام سے استصواب کے بعد محض

تبلیغ حق کے لئے یہ مضمون قلمبند کیا ہے۔ امید ہے کہ انگریزی خوان حنفی نوجوان جو نجدیوں کے مکر کا شکار ہو رہے ہیں اسے بغور پڑھکر ایسی قوم سے بیزاری ظاہر کریں گے جس نے مقامات متبرکہ کے انہدام سے صحیح العقیدہ مسلمانوں کے دل دکھائے ہیں۔

افسوس! کہ جس شہر اور اسمیں واقع مزارات صحابہ کرام کی اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں (بآیہ فَلَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ اور فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ الخ) قسم کھائے نجدی اسی بلد امین کی حرمت توڑیں اور آثار بزرگان کو مٹائیں دعا ہے کہ قادر توانا نے جسطرح سوا سو سال پیشتر اس متعصب قوم سے زمین حجاز کو پاک کر دیا تھا اب بھی کرے اور بے ادب اپنی کیفر کردار کو پہنچیں۔

(وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ)

(معین الاسلام لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نجدی مظالم پر نام نہاد خلافتیوں کی پردہ پوشی

آویزش نجد و حجاز میں ابن سعود اور اسکی وحشی افواج نے طائف شریف اور مکہ معظمہ میں جس بربریت وجہالت کا ثبوت دیا ہے۔ وہ اظہر من الشمس و ابین من الامس ہو چکا ہے۔ اور قومی اخبارات میں ان کے مظالم پر اسقدر شد و مد سے بحث ہو چکی ہے کہ اب ضرورت نہیں رہی کہ ان کی صداقت کے لئے کوئی مزید ثبوت پیش کیا جائے۔ ابن سعود کے بہترین ہوا خواہ جنکا مذہب اپنے ممدوح کے ظالمانہ اور غارتگرانہ افعال کی پردہ پوشی پر منحصر تھا۔ باوجود اپنی تمام طاقتوں کے صرف کے بھی اس حقیقت نفس الامری کو پوشیدہ اور مستور نہیں کر سکے اور وہ واقعات جنکے اخفا کے لئے چلاتے چلاتے ان کے گلے بیٹھ بیٹھ گئے آخر ظاہر ہو کر رہے اور انہیں بھی بعد خرابی بصرہ اقرار ہی کرنا پڑا۔ اول اول جب اسکے مظالم بذریعہ برقیات آشکارا ہونے شروع ہوئے۔ اور صحیح العقیدہ مسلمانوں میں انکے متعلق نفرت وحقارت کے جذبات برانگیختہ ہونے لگے تو سعودی پٹھوؤں نے ان برقیات کو شریفی پروپاغنڈا کا مؤید قرار دیا۔ بلا حجت و دلیل انکی تکذیب پر کمربستہ ہو گئے اوراق اخبار کو ابن سعود کی فراست معاملہ فہمی اور حب اسلام پر ایک ناپاک اور سفیہانہ حملے سے تعبیر کیا گیا۔ اور ابن سعود کے مخالفین سے اپیل کی گئی۔ کہ وہ ان ہونی باتوں کے وہم وخیال سے اپنی طبائع کو مکدر

نہ کریں۔ کیونکہ ایسے افعال شنیعہ و جرائم مذمومہ کی نسبت ابن سعود جیسی ہستی کیطرف جو ہمہ تن فوائد عظیمہ و مقاصد طیبہ کی تکمیل میں منہمک ہے ممتنع الوقوع ہیں۔ اور بالخصوص حالات حاضرہ کب اس امر کی اجازت دیتے ہیں کہ ابن سعود جیسا معاملہ فہم اور زیرک مدبر جسے مسلمانان عالم کی تالیف قلوب منظور ہے۔ اپنے مقصد کے علے الرغم اُن میں منافرت ونفاق کی تخم ریزی کرے۔ لیکن اخبار جو مختلف ذرائع سے ہندوستان میں پے درپے موصول ہوئے مسلمانوں کے خرمن صبر پر بجلی گراتے رہے اور سعودی نجدیوں کی گسترده بساط کو الٹ دینے میں کامیاب ہوئے خلافت کمیٹی نے بھی جو ابھی تک اپنے مسلک پر استواری سے قائم تھی اس امر کو محسوس کیا۔ کہ مزید بے التفاتی کسی طرح بھی ممکن نہیں اور ایسی موثق و معتبر خبروں کی تکذیب بنا قیاس ہرگز مسلمانان ہند کے لئے باعث تسکین نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ وہ بھی ان خبروں سے بے چین ہوئی اور اس نے کوشش کی۔ کہ مسلمان فریضہ حج ادا کرنے کے لئے ضرور حجاز کو جائیں۔ اور واقعات کا مشاہدہ کریں۔ اسی مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اُسنے ایک وفد بھی مرتب کیا کہ وہ دیار حبیب اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جائے۔ حالات حاضرہ کا مشاہدہ کرے۔ اور حکومت جدیدہ سے تبادلہ خیالات کے بعد ہندی مسلمانوں کے لئے بلا کم و کاست واقعات صحیحہ کی ترجمانی کرتے ہوئے اس اہم فرض کی ذمہ داری سے سبکدوشی حاصل کرے تاکہ اُن بے بنیاد الزامات کا جو اس کے زعم میں ابن سعود کی ذات پر عائد کئے جارہے تھے بطرز احسن ازالہ ہوجائے۔ اور مسلموں میں افتراق و انشقاق کی نوبت نہ آئے اسی ضمن میں سعودی ہوا خواہ یہ دعوے بھی کرتے تھے۔ کہ حجاج کی واپسی اس شریفی پروپاگنڈا کا تار و پود بکھیر دیگی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہوجائے گا۔ اسلئے ظاہراً کوئی وجہ نہیں کہ مسلمانان ہند باوجود

دست و گریبان اور پا در آتش ہوں اور اپنے مفاد کو ہاتھ سے کھو بیٹھیں جسکی تلافی بعد میں ناممکن ہو جائیگی اور انہیں بجز تحسر و افسوس کے اور کوئی چارہ نہ ہوگا قصہ مختصر وہ انتظار کی گھڑیاں گذر گئیں۔ حجاج اور وفد خلافت کی واپسی نے مسلمانوں کے مجروح دلوں پر نمک پاشی کی۔ اور وہ تمام امیدیں جو نجدی ذات سے وابستہ تھیں سراب بنکر رہ گئیں وفد خلافت جو صحیح خبروں کی فراہمی و اشاعت کے لئے گیا تھا واپسی کے بعد ایسا چپ ہوا کہ اسکی خاموشی معنی خیز ہو گئی اراکین وفد نے انفرادی طور پر جو کچھ بھی کہا وہ ابن سعود کے حق میں مفید نہ ہو سکا۔ وفد خلافت کی مرتبہ رپورٹ جو مبنی بر حقائق اور ابن سعود کے مظالم کی داستان سے مالامال تھی خلافت کمیٹی کے آغوش حمایت میں ایک مدت تک مستور رہی۔ اور خداوندان خلافت کمیٹی کو جرأت نہ ہوئی کہ وہ اس امانت کو اسکے حقداروں تک جلد از جلد پہونچا دیں۔ بلکہ وہ اسپر غاصبانہ تصرف کئے بیٹھے رہے اور اپنی گوناگون مصلحتوں کے باعث مسلمانان ہند پر واضح کرتے رہے کہ ؎

خامشی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

حاجیوں کے چشم دید حالات کے بیان کی تکذیب

حجاج کے بیانات ہندوستان میں مختلف مقامات پر ہوئے اور سوائے چند جزئی امور کے انکی معلومات طائف شریف اور بلد الحرام کے متعلق نہایت الم انگیز اور رقت خیز تھیں۔ طائف شریف میں غیر مصافی مسلم آبادی سے بدعہدی۔ ان کا قتل عام آب و دانہ کی بندش مستورات کی بے حرمتی۔ مکہ معظمہ میں انہدام مساجد و مآثر مزارات کی توہین جبور کی سماجی لوٹ و غارتگری وغیرہ وغیرہ کی خبریں ایسی نہ تھیں کہ مسلمان ان سے متاثر نہ ہوتے

باغھنڈ سے وسلسے ان کو برداشت کر لیتے۔ یہ بیانات چونکہ خلافت کمیٹی کے لئے جواب سعودی پروپاغنڈا کے لئے سرزمین ہند میں ایک واحد اجنبی کا فالب فی حال چکی تھی۔ نہایت معتبر تھے۔ اور اسپر واضح کر رہے تھے کہ کار از دست رفت کا معاملہ ہے۔ اسلئے خلافت کمیٹی سنتاب نئے پر پرزے نکالے اور اپنی نئی شان تو ہیں میں کمال بے باکی سے وہ اسطرح عریان ہوئی کہ دیدہ ورتصویر حیرت نگئے ہر زائر بیت اللہ کی تکذیب ہونے لگی اسپر نہایت ناپاک حملے کئے گئے عام جلسوں میں انکی نیت وایمان کی خرابی پر حجت قائم کی گئی۔ بلکہ بعض پرجوش وظیفہ خواران خلافت نے تو یہ ثابت کرنیکی کوشش کی کہ عام طور پر مسلمان صرف اسلئے حج کو جاتے ہیں کہ اپنے سابقہ گناہوں کی گٹھری وہاں چھوڑ آئیں اور حج سے واپس آنیکے بعد از سر نو میدان معصیت میں گامزن ہوں۔ غریب حجاج نے قید رہ ہوکر اور قرآن مجید کی قسمیں کھا کھا کر جسکے بعد کسی مومن کو شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہ سکتی یقین دلانا چاہا۔ کہ انکا بیان کذب ومبالغہ کی آمیزش سے پاک ہے لیکن ابن سعود کی آستان بوسی نے سعودی ایجنٹوں کو نہ تو قرآن ہی کا قائل رکھا اور نہ ہی حسن ظنی کے وصف کے پاس جو ہر مسلم کا شیوہ ہونا چاہئے پھٹکنے دیا۔ بلکہ انہوں نے یہی چاہا۔ کہ ان کے آوازہ حق کو اپنے شور وشغب سے دبادیں۔ لیکن جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا کا جلوہ دکھائی دیا۔ اور وہابی ایجنٹوں کا جادو نہ چل سکا۔

لیڈروں نے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کا کچھ پاس نہ کیا

چاہئے تو یہ تھا کہ جب خود خلافت کمیٹی کے بعض ارکین کے بیانات ابن سعود کی سفاکانہ فرمانروائی کے مصدق تھے۔ اور حق چھن چھن کر ہویدا

ہو رہا تھا۔ تو خداوندان خلافت کمیٹی جو لیڈران قوم کی صف اول میں
تھے اور اپنی رائے کی اصابت پر اعتماد رکھتے تھے۔ اس نازک وقت میں
عام مسلمانوں کے مذہبی احساسات کا احترام اور ان کے رنج کا صحیح اندازہ
کرتے ہوئے انکے شیرازۂ قومی کو پراگندہ ہونے دیتے ان کی تالیف قلوب
کی کوئی سبیل نکالی جاتی ان کے مجروح دلوں پر ہمدردی کا پھاہا رکھا جاتا
ابن سعود کے مظالم پر اظہار نفرت کر کے آئندہ کی احتیاط اور گذشتہ کی
تلافی کا سامان بہم پہنچانے کے لئے کوئی ایسا لائحہ عمل تجویز کیا جاتا۔ کہ
مسلمانوں کے لیئے سکون کا باعث ہوتا۔ لیکن افسوس اس امر کا ہے۔ کہ
مسلمانوں کے لیڈر مسلمانوں کے مد مقابل بن گئے اور جن سے مہر کی توقع
تھی وہ ستمگر نکلے اور یہ اسلئے کہ ابن سعود انکی نگاہوں میں معصوم اور منزہ
عن الخطا تھا انہوں نے اسمیں اک شان الوہیت پیدا کر رکھی تھی جسکا
ترک کرنا ان کے لیئے خسر الدنیا والآخرہ کا حکم رکھتا تھا۔ جب کسی نے نجدیوں
کے مظالم اور خطا کاریاں منوا دیں تو نجدی پٹھوؤں نے نہایت بے ادبی اور
بے حیائی سے کام لیکر روافض کے انداز میں جواب دیا۔ کہ کیا اس سے بڑھکر
صحابۂ کرام سے (معاذ اللہ) خطائیں نہیں ہوئیں۔ !! الا ہتدی نجدیوں نے
اپنے ہادی کی حمایت اور نمک حلالی میں اس مذہبی رواداری اور اسلامی
ہمدردی کے اصول کو جسکی اشاعت و تبلیغ میں انکی عمر کا ایک معتدبہ حصہ صرف ہوا تھا
طرفۃ العین میں طاق نسیان کے سپرد کر دیا۔ اور حنفی مسلمانوں سے اتنی رواداری
بھی نہ برتی جتنی کہ وہ بارہا برادران وطن سے برت چکے تھے۔ بلکہ وہ اپنے اصول
کی خلاف ورزی کرتے ہوئے انکے ساتھ جہاد باللسان والقلم کرنے لگے۔

خلافتی اہلحدیث کی شرک نواز حرکات

خداوندان خلافت کمیٹی اور ان کے مفتیان عظام نے جو تعم خود سے

بڑھکر حاملان حدیث شریف ہیں۔ اس امر کو گوارا کر لیا کہ مشرکین مسجد میں آئیں اور منبروں پر بیٹھ کر سیاسی تقریریں کریں۔ انہوں نے خاموشی اختیار کی جب مسلموں نے کفار کے جنازے اٹھائے۔ اور ان کے مرگھٹ تک گئے۔ انہوں نے قرآن و حدیث کو اُسوقت پیش نہ کیا۔ جب ذبیحہ بقر کے امتناع کا حکم جاری ہوا انہوں نے ہنود کا جھوٹا پانی پینا جائز رکھا۔ رام لیلا کی شرکت کو مباح جانا۔ خانۂ خدا میں بندے ماترم کے نعرے اور جیکارے مسلمانوں سے لگوائے گئے تو کوئی تعرض نہ کیا۔ مہاتما جی کو کاندھوں پر اٹھانا اور بابو گیا بلا خدا اور نار پکارنا عین ثواب جانا۔ ان کے سامنے سجدہ کرنا مباح سمجھا پردے کی رسم کو خیر باد کہا گیا۔ غرض ہر قسم کے فسق و فجور کا ارتکاب جائز سمجھا گیا لیکن حنفی مسلمانوں کی محبت و ارادت جو انہیں بزرگان دین سے ہے۔ انہیں برداشت نہ ہو سکی اور از روئے مذہب انکی دلی آرزو ہے کہ قبور کا وجود ہی دنیا میں باقی نہ رہے تاکہ انہیں سکون قلب حاصل ہو +

سعودی پٹھوؤں کی نفاق انگیز کاروائی

ان قیدجات کے ساتھ وہ ان مآثر یا مشاہد کے انہدام کا بھی فتوے دے رہے ہیں جو زائرین کے آرام اور عبادت اللہ جلشانہ و عم نوالہ کی غرض سے مزارات یا مآثر ان کے قرب و جوار میں بنائی گئی تھیں اور پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ اپنے نجدی پیر و مرشد کی کورانہ تقلید میں اسدرجہ منہمک ہوئے ہیں کہ طعن و تشنیع کے تیرے بھالے سنبھالکر میدان دل آزاری میں اتر آئے ہیں اور حنفی علماء پر پھبتیاں اڑانا اور صوفیائے کرام کو سب و شتم کرنا عین خدمت اسلامی و عبادت الہی تصور کر رہے ہیں۔ وصل کی جگہ فصل کو اپنا شعار بنا لیا ہے۔ اور سینکڑوں صفحات قرطاس مساجد۔ مآثر اور مزارات کی دشمنی و توہین میں اپنے نامۂ اعمال کی طرح سیاہ کر رہے ہیں حنفی مسلمانوں کو

رحمۃ اللہ علیہ کا پیرو ہے۔ اخبار مذکور کا یہ دعوے جسقدر صداقت سے لبریز تھا
اسکا اندازہ اسی کے ایک اقتباس سے بہتر طریقہ پر ہوسکتا ہے جسے اشتہنے
آج سے تقریباً ۵ سال پیشتر شائع کیا تھا۔ وہو ہذا۔

اخبار زمیندار مورخہ ۱۳۔ جون سنہ ۱۹۲۰ء

"ہمارے قبلہ کو وہابیوں نے لوٹ لیا"

وسط عرب میں ایک زبردست امارت حائل ہے۔ جسکے فرمانروا امیر ابن رشید
کے قتل کی افسوسناک خبر پچھلے دنوں بعض انگریزی اخباروں میں چھپی تھی۔
خدائے قدوس امیر مقتول کو اپنے جوار مغفرت میں جگہ دے۔ لنڈن ٹائمز اپنی
۱۰ مئی کی اشاعت میں امیر مغفور کے واقعہ قتل کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے

"دوران جنگ میں ابن رشید ترکوں کا حلیف تھا۔ اور امیر ابن سعود جو
فرقہ وہابیوں کے امیر ہیں دول متحدہ کی طرفداری میں اس سے برسر پیکار تھے
ابن رشید کا خاندان کئی نسلوں سے قاتل کے خنجر کا شکار ہوتا چلا آیا ہے
اور شاید اب بجز ایک طفل شیر خوار کے ابن رشید کی نسل بالکل ہی ختم ہو گئی ہے"

ہم چاہتے ہیں کہ ٹائمز کا یہ حاشیہ طول و عرض ہند میں پوری طرح اشاعت
پذیر ہو۔ اور حکومت ہند کے وہ برطانوی مدبر جن کی آنکھوں میں لفظ وہابی سنتے
ہی خون اتر آتا ہے بغور پڑھیں تو ہب اس خاندان ہند میں تفریح
کا دشمن سمجھا جاتا رہا ہے اور لفظ وہابی سے انگریزوں کو ایسی چڑ ہے کہ خود بیچارے
وہابیوں نے اپنی خیر اسی میں دیکھی ہے کہ جب انگریزوں سے ملیں تو اپنے آپکو اہلحدیث
ظاہر کریں۔ انگریزوں نے بھی انکی اشک شوئی اس حکم کے اجرا سے کردی ہے کہ کسی بھلے آدمی کو
وہابی کہکر اسکی دل آزاری نہ کی جائے اسلئے کہ یہ لفظ تمرد اور بغاوت کا مترادف ہے۔

مقام شکر ہے کہ جناب شیخ نجد (کہ ابن سعود نجد ہی کے امیر ہیں) نے جنگ میں برطانیہ کا

کا ساتھ دیکر ان تمام پرانے کینوں کو جو وہابیوں کی طرف سے انگریزوں کے سینہ میں تڑپ رہے تھے جینٹ دیا اور انگریزوں پر ثابت کر دیا کہ وہابی ہلال کا جہاد ہی نہیں بلکہ صلیب کا جہاد بھی کر سکتے ہیں۔ اور اسواسطے ان سے بدگمان ہونا درست نہیں ہو سکتا۔

"جناب شیخ نجد اور ملک حجاز دونوں کے لئے ہماری سرکار کے خزانے سے بیش قرار وظائف کا اجرا ہونیوالا ہے۔ چنانچہ دار العوام میں مسٹر پامر کو جواب دیتے ہوئے مسٹر ہار مزور تھ نے ایک ہفتہ ہوا بیان کیا تھا۔ کہ فرمانروایان نجد و حجاز کو سرکاری وظائف دئے جانے کا مسئلہ زیر غور ہے"

مذکورہ بالا بیان سے واضح ہوگا کہ ابن سعود وہابی فرقہ سے تعلق رکھتا ہے اور ضمناً یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ وہ مقاصد اسلامیہ و فوائد ملیہ کی خاطر کسقدر جانفروشانہ جہاد کر چکا ہے۔ شریف حسین اگر ترکوں کا غدار اور اسلام کا دشمن سمجھا جاتا ہے تو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ ابن سعود جیسے جرائم کی فہرست شریف حسین سے بدرجہا بدتر ہے کس بنا پر "غازی ایدہ اللہ بنصرہ" کا حقدار ٹھرایا جا رہا ہے۔ کیا اسلئے کہ اسنے آجتک سوائے خون مسلم کے اور خون حرام سمجھا ہے یا غیر ملکی گورنمنٹ کے ادنےٰ سے اشارہ پر ہزارہا مسلمانوں کو خاک و خون میں ملایا ہے اگر مسلم کشی ہی جہاد اکبر ہے اگر خلیفۂ وقت کی دشمنی از روئے احادیث سنت ہے اگر کفار کی مدد اور دریوزہ گری ایک اسلامی فرض ہے اور یہی اوصاف ایک غازی میں ہونے چاہئیں تو شریف حسین اور ابن سعود کا کچھ مقابلہ نہیں۔ مگر انصاف متقاضی ہے کہ شریف حسین کو بجائے سب و شتم کرنے کے کم از کم ادنےٰ درجہ کا غازی یا مومن تو تسلیم کر لیا جائے کیونکہ ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند ۔

اخبار زمیندار نے ابن سعود کو جسقدر مورد لعن و طعن بنایا ہے آج تک اسکا عشر عشیر بھی کسی جریدہ میں اسکے خلاف نہیں لکھا گیا۔ اور اگر زیادہ تحقیق مطلوب ہو تو اخبار زمیندار مطبوعہ ۶-۷-۱۰-۱۱-۱۲ فروری سنہ ۱۹۲۳ء کے پرچے اٹھا کر ناظرین دیکھیں جنکے ملاحظہ سے معلوم ہوگا کہ ابن سعود انگریزوں کا پٹھو۔ انکا وظیفہ خوار۔ رشوتخور۔ دشمن اسلام۔ ننگ ملت اور اعلےٰ درجہ کا غدار ہے۔ یہ ہے اخبار زمیندار کی

باوجود خدا پرست ہونیکے کفر پرست کہا جاتا ہے اور پھر ان سے توقع بھی کیجاتی ہے کہ وہ دم نہ ماریں اور ایک بے بسی و بیکسی کے عالم میں خلافت کمیٹی کی استبدادی حکومت کا جُوا اپنی گردنوں پر رکھ لیں اس تمام کاوش وجد وجہد کا اجتک یہی نتیجہ مترتب ہوا ہے کہ مسلمانوں کے دو گروہ بنگئے ہیں۔ جنکے درمیان خلیج مغائرت دن بدن وسیع ہو رہی ہے۔ ان کی قوتیں منتشر ہیں اور وہ کسی مفید کام کے سر انجام دینے کے قابل نہیں رہے +

اے روسیاہ تجھ سے نہ اتنا بھی ہو سکا

سعودی ایجنٹ بیان کرتے ہیں کہ اگر ابن سعود کے ان ناپاک افعال کی اس شد و مد سے حمایت نہ کی جاتی تو غالب گمان تھا۔ کہ حنفی مسلمان حکومت انگریزی سے مداخلت کی التجا کرتے اور آج قشون نصارٰے حجاز میں ابن سعود کے خلاف نبرد آزما ہوتے۔ خدا جانے یہ خیال خام کس کاسہ دماغ میں ودیعت ہو چکا تھا۔ کہ انگریزوں سے استمداد و استعانت کے وہم کا بھوت اس سے جدا نہ ہو سکا۔ یہ امر بدیہات میں سے ہے کہ آجتک حنفی مسلمانوں نے باوجود اس شدید مخالفت کے اس امر کا خیال تک بھی نہیں کیا۔ بلکہ آل انڈیا حنفی کانفرس منعقدہ لکھنؤ نے عقبہ و معان پر عیسائی تسلط کے خلاف نہایت بلند آہنگی سے صدائے احتجاج بلند کی ہے لیکن خلافت کمیٹی سے تو اتنا بھی نہ ہوا کہ وہ بھی ایک جلسہ کرکے محبت حجاز کا ثبوت دیتی

خسرو سے خواستگاری شیریں ہی کو نہ کہ
بازی اگرچہ لے نہ سکا سر تو دے سکا
کس منہ سے اپنے آپکو کہتا ہے عشقباز
اے روسیاہ تجھ سے تو کچھ بھی نہ ہو سکا

حالانکہ خلافت کمیٹی کا یہ اہم فرض تھا۔ کہ وہ سب سے پہلے اسطرف متوجہ ہوتی۔
لیکن ہماری کمیٹی کے صدر مسٹر ظفر علیخان ایسا کیوں کرتے وہ انگریزوں کی مخالفت
اک وقت معین تک ترک کر چکے ہیں اور حنفی مسلمانوں سے اسقدر برہم ہو رہے
ہیں کہ عیاذاً باللہ وہ دنیا و فیہا سے بے خبر ہو کر اب اسی فکر میں ہیں۔ کہ حنفی مسلمان
نابود کر دیا جائے۔ اور سرزمین حجاز کے بت (مقامات مقدسہ) توڑ دئے جائیں
سبحان اللہ ع ہم ایسے ہیں کہ جیسے کسی کا خدا نہو

ابن سعود کے مظالم کی کہانی اسکے حامیوں کی زبانی

ابن سعود کے مظالم کی فہرست اسلامی نکتۂ نگاہ سے نہایت طویل ہے اگر
شریف حسین نے اسلام کو چشم زخم پہنچایا۔ تو ابن سعود نے بھی تخریب دین
میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ہر ظلم کی تفصیل بجائے خود ایک دفتر
ہے۔ جسکے بیان کی اس مختصر رسالہ میں گنجائش نہیں۔ لیکن انہدام مساجد و
مآثر و مزارات کا مسئلہ جو سب سے زیادہ مایہ النزاع ہو گیا ہے تقاضا کرتا ہے۔
کہ اسپر کسی شرح و بسط سے گفتگو کی جائے اور تصویر کا دوسرا رخ بھی جو حامیان
انہدام مساجد و مزارات نے آج تک کسی خاص نیت سے چھپانے کی کوشش
کی ہے حق بین نگاہوں کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ تاکہ وہ موافق و مخالف
پہلوؤں پر غور و تعمق فرما کر کوئی صحیح نتیجہ اخذ کر سکیں:۔

سب سے اول یہ امر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ابن سعود کے مذہب کو واضح
کر دیا جاوے۔ تاکہ وہ غلط فہمی جو حامیان ابن سعود نے عام مسلمانوں میں
اسکے مذہب کے متعلق پھیلا رکھی ہے اور جسکی آڑ میں وہ نہایت فریب دہی سے
مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ آشکارا ہو جائے اور حنفی مسلمان بوجہ لاعلمی
کے فریب نہ کھائیں۔ اخبار زمیندار نے بارہا دعوے کیا ہے کہ ابن سعود
اہلسنت والجماعت سے تعلق رکھتا ہے وہ مقلد ہے اور امام احمد حنبل

راست بیانی اور صداقت پژوہی۔ خلافت کمیٹی کی مجلس منتظمہ میں وہابیت کی کثرت نے زمیندار کے عقائد پر بدمذہبی کا رنگ چڑھایا اور یہ تمام نہاد لیڈر بجائے اسکے کہ دوسروں کو اپنی طرف راغب و مائل کرتا ہے مذہب کے معاملہ میں ایسا بودا ثابت ہوا کہ خود انہیں جذب ہوگیا اور ۳ برس کامل ابن سعود کی مخالفت کرکے اور اسکو ہزاروں صلواتیں سنا کر آخر اسکو اپنا مہدی تصور کرنے لگا۔

ابن سعود نے کب توہب سے توبہ کی

مذکورہ بالا تحریرات ثابت کرتی ہیں کہ سنہ ۱۹۲۲ء تک تو ابن سعود وہابی تھا لیکن اسکے بعد اگر موتمر اسلامی ریاض دار الخلافہ نجد میں قائم ہوا ہو اور ابن سعود نے بعد غور و خوض توہب سے تائب ہوکر حنبلی مذہب اختیار کرلیا ہو تو ہمیں اسکا آج تک علم نہیں ہوا۔ اخبار مذکور کا بار بار اسکو اہلسنت والجماعت ظاہر کرنا محض مسلمانوں کی فریب دہی کے لئے ہے۔ اور تبدیلی مذہب کا یہ گرما گرم کلچہ خاص زمیندار کے مطبخ سے پک کر تیار ہوا ہے جو اسی کے لئے لذیذ ثابت ہو سکتا ہے۔

ابن سعود کا عہد حکومت اہل حجاز کے لئے (نعوذ باللہ) بمنزلہ خلافت راشدہ کے بیان کیا جاتا ہے۔ اور اسکو ماحی البدعت والکفر کے خطاب سے مخاطب کرنا خلافتی لیڈروں کا روزمرہ ہو چکا ہے اسکے حسن انتظام کی تعریف کرتے کرتے اُن کے ہونٹ خشک ہو رہے ہیں اور بسا اوقات اس تعریف میں اسقدر غلو سے کام لیا جاتا ہے کہ وہ توصیف اسکی ہجو ملیح ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ نمایندگان خلافت و جمعیت العلماء کے چشمدید حالات جو زمیندار کے نامہ نگار خصوصی کے قلم سے اخبار مذکور میں ۱۳۔ اگست سنہ ۱۹۲۵ء کو شائع ہوئے ہیں لکھا ہے۔

ابن سعود کا مجرم نواز جیلخانہ

یہاں (مکہ معظمہ) کے انتظامی امور میں مجھے دو چیزیں خاص طور پر نظر آئیں ایک تو جیلخانوں کا انتظام اور دوسرے عدالتوں کی حالت۔ اول الذکر کے متعلق انہوں نے کہا کہ شریف کے زمانے میں جیلخانہ کیا ہوتا تھا۔ گویا کلکتہ کا بلیک ہول تھا۔ ایک غلاظت

جس کی پشت کے حصہ میں سزا یافتہ قیدی نہایت اذیت اور تکلیف کی حالت میں رکھے جاتے تھے۔ لیکن اس سے بھی بدتر آگے کی جانب ایک تہ خانہ یا زمین دوز کوٹھڑی تھی جسے وہاں قبو یا گبو کہتے ہیں اسکا راستہ اسطرح سے واقع تھا کہ پہلے بالائی منزل کو جاتے اور پھر وہاں سے راستہ ایک گوشہ کی طرف کو آتا ہے جسمیں صحن یا باہر کی طرف کوئی کھڑکی نہ تھی۔ اور پھر وہاں سے ایک پرپیچ زینہ اندر کی طرف کو جاتا ہے اور سامنے ایک نہایت گندی تنگ و تاریک کوٹھڑی تھی جسمیں ہوا اور روشنی کا نام بھی نہ تھا۔ اور جسمیں کل ۱۷۔ آدمیوں سے زیادہ کی جگہ نہ تھی یہ تھا قبو یا گبو جس میں ہر وہ شخص جس نے جہاں شریف کے خلاف زبان کھولی فوراً اس میں بند کر دیا جاتا۔ اسی خانہ میں وہ لوگ جو ترکوں کے ہوا خواہ ہوتے بند کر دیئے جاتے۔ اور وہ اسی میں گھٹ گھٹ کر مر جاتے۔ ایسی لوگوں کی تعداد جو اسمیں مرے ہزار بتائی جاتی ہے۔ نمایندگان کا بیان ہے کہ ہم صرف چند گھنٹے اس تہ خانے کے سامنے کھڑے رہے اس عرصہ میں ہمارا دم گھٹا جاتا تھا۔ اور پھر اسکی ناگواری کا اثر دو روز تک برابر رہا۔ حافظ وہبہ صاحب جو دہلی میں خدام کعبہ کے رکن رہ چکے ہیں اور آج مکہ میں نائب السلطان ہیں۔ فرماتے تھے کہ وہاں سانپ بچھو بھی رہتے ہیں لیکن کوئی ایذا نہیں پہونچاتے (غالباً اشتراک حالت ہونے کی وجہ سے ان کے دوست بنجاتے ہیں۔ باشندگان تکلیف سے اپنے مقتضائے طبیعت کو بھول جاتے ہیں)

لیکن اب زمین آسمان کا فرق ہو گیا ہے۔ سلطان ابن سعود نے سب سے پہلا کام یہ کیا ہے۔ کہ اس تہ خانہ کو بند کرا دیا۔ اور اس میں ایک شخص جو عرصہ سے محبوس تھا۔ اُسے آزاد کر دیا۔ اب جیل خانہ کی یہ حالت ہے کہ اچھا خاصہ صاف ستھرا مکان ہوتا ہے جس میں تکلیف و اذیت کا کوئی سامان نہیں۔ قیدی بڑے آرام و آسایش کے ساتھ رکھے جاتے ہیں۔ انہیں کوئی کام کاج کرنا نہیں پڑتا چکی پیسنی نہیں ہوتی۔ رسی بٹنی نہیں پڑتی۔ پانی بھرنا نہیں پڑتا۔ ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں نہ پاؤں میں نہ گردنوں میں زنجیریں ہوتی ہیں۔ الخ

ابن سعود کے جب ہم اس حسن انتظام کو دیکھتے ہیں اور اسلامی فقہ پر نظر ڈالتے ہیں
تو ہمیں کوئی جرم ایسا نظر نہیں آتا ہے جسکی پاداش میں اسلام نے ایسا خوش منظر
اور آرام دہ ہوٹل تجویز کیا ہو جہاں انسان خانگی پریشانیوں سے یکسو ہو کر نہایت
آرام اور اطمینان سے زندگی بسر کرے اور بحالی صحت میں کوشاں ہو اگر اسی کا نام
حسن انتظام ہے - تو بدمعاشوں - اوباشوں اور جرائم پیشہ اشخاص عالم کو چاہئیے کہ وہ وفود
بھیج کر ابن سعود کا شکریہ ادا کریں - بلکہ اوسکی وساطت سے جرائم پیشہ اور مجلس اقوام
اقوام کو مجبور کریں کہ باقی قومیں بھی اسکا تتبع کر کے حوصلہ افزائی کریں - اسلام ایسے جیلخانوں
کا موید نہیں اور نہ ہی اس حسن انتظام کا قائل ہے جیلخانہ ایک تعزیری جگہ ہے -
اور مجرمین اگر وہاں سزا نہیں پاتے تو وہ جیلخانہ نہیں

مولانا محمد علی کی سچی رائے ابن سعود کے متعلق

چونکہ خداوندان خلافت ابن سعود کو سچا خادم اسلام اور ماحی البدعت والکفر ثابت
کرنے کے لئے سر توڑ کوششیں کر رہے ہیں - لہذا اس جگہ نامناسب نہ ہوگا اگر ہم
اسکی کفر سوزی کی حقیقت سے جو مولانا محمد علی صاحب نے ہم پہنچائی ہے ناظرین
کو روشناس کرائیں تاکہ وہ خاندان شریف اور ابن سعود میں موازنہ کر سکیں ہم نہیں
چاہتے کہ مخالفین کے سامنے کسی اور کا قول پیش کر کے انہیں بادر آتش کریں اور کسی ناکردہ
گناہ کو صلواتیں سنوائیں - مولانا محمد علی لیڈر ہیں ابن سعود کے حامی ہیں اور حالات
حاضرہ سے کماحقہ واقفیت رکھتے ہیں ان سے بڑھکر اور کس کی شہادت حامیان
ابن سعود کے لئے معتبر اور قابل قبول ہوگی - چنانچہ تقاریر مولانا محمد علی صاحب جو ہمارے مجلس الاحرار
مطبوعہ غنی المطابع دہلی حصہ دوم صفحہ عشہ پر یوں درج ہے -
"اگر کسی وقت شریف مکہ اور امیر فیصل برطانیہ کے خلاف ہو جائیں تو بنظر حفظ ما تقدم
ایک دوسرے پٹھو کو بھی تیار کر دیا ہے اور وہ ابن سعود ہے جسے ۶ ہزار پونڈ ڈھائی لاکھ روپیہ
سالانہ دئے جاتے ہیں - تاکہ بوقت ضرورت اسکو شریف کی جگہ بٹھایا جائے"

خدا کی شان ہے کہ آج وہی برطانوی پٹھو امیر المؤمنین اور خلیفۃ المسلمین بننا چاہتا ہے۔ اور ارکین خلافت کمیٹی جو مدتوں اس کے عیب بین اور عیب جو رہ چکے ہیں اسکی آرزو پوری . . . کرنے کے لئے ماہی بے آب ہو رہے ہیں۔ کیوں اور کس لئے یہ ایک عقدہ لاینحل ہے ؎ آنچہ من بینم بہ بیداری نہ بیند کس بخواب ما

ابن سعود کا اپنا بیان کہ میں پکا وہابی ہوں

ابن سعود خود بھی اس امر کا مقر ہے کہ وہ وہابیت کا طوق حمائل کئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ کتاب ہدیۃ السنیہ جو اسکے حکم سے مولوی سلیمان نجدی نے مصر میں طبع کرا کر شائع کی ہے اسکے صفحہ ۳ و ۱۴ پر ابن سعود کا یہ اعلان درج ہے۔

"میں اپنے ائمہ اور علما کے طریقہ پر ہوں۔ جو عقائد و خیالات شیخ الاسلام سید نا محمد بن عبد الوہاب کے نجفے میں انہیں مانتا ہوں اور انہیں کی ترویج و توسیع کے لئے رات دن سعی کرتا ہوں"۔ واقعات نے بھی ثابت کر دیا ہے کہ وہ اپنے عقیدہ کا پکا ہے۔ لیکن بعض مسلمانوں کا اسکو حنبلی بتانا امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی توہین اور اُن کی مقدس تعلیم کا مضحکہ اڑانا ہے۔

وہابیوں کے مخصوص عقائد باطلہ

ابن سعود کا مذہبی پیشوا محمد بن عبد الوہاب ۱۱۱۱ھ میں پیدا ہوا اور بعد تحصیل علوم دینی کے اس نے ۱۱۴۳ھ میں وہابیت کی بنیاد رکھی اور خفیہ طریقوں سے اپنے عقائد باطلہ اور خیالات فاسدہ کی تبلیغ شروع کی جسکا سلسلہ ۷ برس تک متواتر جاری رہا۔ ۱۱۵۰ھ میں درعیہ کا حاکم محمد بن سعود اسکا مطیع اور فرمانبردار بنا اور یہ قوت حاصل کرتے ہی ابن عبد الوہاب نے سرزمین فتن یعنی نجد میں علانیہ طور پر اپنے مذہب کی اشاعت کر دی۔ محمد بن سعود نے اپنی رعایا کو اسکی اتباع پر مجبور کیا۔ اور یہ فتنہ بڑھنے لگا۔ ابن عبد الوہاب نے باشندگان درعیہ کو جو سب سے پہلے اُسکے حلقہ بگوش ہوئے

انصار کا خطاب دیا اور انکی کا مسافر جو دور و دراز مقام سے نجد کو آتا اور اوسکے دام تزویر میں گرفتار ہو جاتا مہاجر کے لقب سے موسوم ہونے لگا۔ گویا نعوذ باللہ انصار و مہاجرین کی صف آرائی شروع ہو گئی اور ایک علیحدہ دربار رسالت قائم ہو گیا۔

ابن عبد الوہاب کے مذہب کے دس مخصوص عقائد ذیل میں درج کئے جاتے ہیں جو اُسے دیگر اسلامی فرقوں سے منفرد کرتے ہیں۔

(۱) جناب باری کے لئے وجہ۔ ید۔ اور جہت ثابت کرنا اور اسکو ایسا جسم ماننا جو چڑھتا اُترتا ہے۔

(۲) نقل کو عقل پر مقدم کرنا اور امور دین میں عقل کو معطل کر دینا۔

(۳) اجماع کے معتبر و قابل عمل ہونے سے انکار۔

(۴) قیاس کا انکار۔

(۵)۔ مجتہدین میں کسی کی تقلید جائز نہیں اور جو انکی تقلید کرے کافر ہے۔

(۶) جسقدر مسلمان ان کے ہم عقیدہ نہیں کافر ہیں۔

(۷) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور دیگر اولیائے صالحین سے توسل امر اکبر شرک ہے

(۸) انبیاء و صالحین کی قبور کی زیارت حرام بلکہ شرک ہے۔

(۹) بجز خدا کی قسم کھانا کفر ہے اور جو قسم کھائے مشرک ہے۔

(۱۰) بجز خدا کی نذر ماننا اور انبیاء و صالحین کے مزاروں کے پاس قربانی کرنا کفر ہے

(انشوب نجد)

نجدیوں کی مسلم کُشی

مذکورہ بالا عقاید میں عقیدہ ششم خاص ضرورت کے لئے وضع کیا گیا تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ نجدی عام طور پر خرد سے عاری۔ عقل سے بیگانہ۔ درشت خو۔ درتارہ طبع اور علم و فضل کی روشنی سے ہمیشہ سے بے بصیرت چلے آئے ہیں۔ کسب حلال کو حرام خیال کرتے ہیں۔ اور انکا گذارہ لوٹ مار۔ رہزنی۔ قتل۔ ڈاکہ وغیرہ پر رہا ہے۔ ان کے چاروں سمت مسلمانوں کے سوا اور کوئی قوم دوسری آباد نہیں جنکا قتل ہر اسلامی فرقہ کے عقاید کے

مطابق حرام ہے۔ تاوقتیکہ انہیں مشرک وکافر قرار نہ دے دیا جاتا انپر دست تعدی دراز
نہیں ہو سکتا تھا۔ ابن عبدالوہاب نے یہ عقیدہ صرف اسی لئے وضع کیا تھا۔ کہ اس کے متبعین
کو مسلمانوں پر تاخت وتاراج کا ایک شرعی حیلہ ملجائے۔ اور بدنصیب نجدی انکو کافر سمجھ کر
انکا مال واسباب بہ اتباع حکم خدا و رسول صلعم تصرف میں لے آئیں۔ زمانہ اس امر
پر گواہ ہے کہ نجدی آجتک کسی غیر مسلم سے نبرد آزما نہیں ہوئے اور یہ بد قسمت و بدبخت
قوم نے ہمیشہ خون مسلم سے ہاتھ رنگے ہیں اور خاص انہیں کو اذیتیں دی ہیں کبھی
مکہ لوٹا ہے کبھی مدینہ کی حرمت توڑی ہے۔ کبھی طائف میں مظالم بپا کئے ہیں اور کبھی
نجف اشرف و کربلا کو تاراج کیا ہے انکا جہاد مسلمانوں سے ہے اور بس۔ ورنہ اگر ایسا ہی
انکو شوق جہاد ہوتا تو سینکڑوں موقعے تھے۔ کہ وہ ترکوں کا ساتھ دیکر اپنی آرزو پوری
کر لیتے اور قوت اسلامی کو ضعیف نہ ہونے دیتے۔

بھیڑئے بھیڑوں کے رکھوالے بنے

خلافت کمیٹی جو نجدیوں اور ابن سعود کی تعریف میں رطب اللسان نظر آرہی ہے۔
یہ بھی خالی از علت نہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ مسلمانوں کا روپیہ جو انکے گاڑھے پسینے
کی کمائی تھا۔ اور جسے انہوں نے کمال خلوص وایثار کے ساتھ خلافت کمیٹی کے حوالے
اس غرض سے کیا تھا۔ کہ مسلمانوں کی فلاح وبہبود کے لئے صرف کیا جائے جس
بیدردی وبے اعتدالی سے خرچ اور خورد برد ہوا اسکا بیان مختلف اخبارات میں
ہو چکا ہے۔ وہ شخص جو ۵۰ روپیہ ماہوار کمانے کی اہلیت نہ رکھتے تھے قوم سے دو
دو سو روپیہ ماہوار کی گرانقدر رقوم وصول کرتے رہے۔ اور قوم حزین کے سر پہ احسان
عظیم کا بار رکھا جسکی ادائیگی تا قیامت ممکن نہیں۔ جو ٹکڑوں کو محتاج تھے تونگر بنگئے
دن عید اور رات شب برات بنی۔ خاک سے اٹھ کر بلا استعداد وقابلیت تخت کی ہوس
کرنے لگے۔ موٹر و ہوٹل کا شغل ہوا کئی دور اندیش ایسے بھی تھے کہ کھا پی کر چلتے بنے اور
ہمیشہ کے لئے علیحدہ ہو گئے۔ گویا مسلمانوں کی کمائی چوروں کے ہاتھ آئی۔ جو گل چھرے اڑا کر

چنپٹ ہو گئے۔ چونکہ خلافتی نجدیوں کے از بس ثناخوان ہیں اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ ہر دو
ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ جسطرح انہوں نے عرب کے مسلمانوں کو کافر و مشرک
قرار دیکر ان سے جہاد کیا ہے۔ شاید انہوں نے بھی حنفی خدا پرست مسلمانوں کو قبہ پرست
سمجھکر کافر و مشرک گردانا اور ان کے مال کو مال غنیمت تصور کرتے ہوئے اپنی آسایش
دنیوی اور شکم پری کے لئے مخصوص کر لیا۔ تاکہ نجدیوں سے ایک گونہ مماثلت پیدا ہو جائے
اور انہیں یہ کہنے کا موقع ملے ؎

من و تو ہر دو خواجہ تاشانیم بندۂ بارگاہِ سلطانیم

نجدی تاریخ پھر دہرائی جا رہی ہے

عقیدہ نمبر ۲ غیر نجدی مسلمانوں کے ساتھ جدال و قتال فرض کرتا ہے اور اسی عقیدہ
خبیثہ کے تحت میں طائف شریف اور مکہ معظمہ میں ظلم و ستم ڈھائے گئے ہیں۔ قبور
قبہ جات اور مساجد شہید کی گئی ہیں اور یہ امور نجدیوں کے لئے کوئی نئے نہ تھے۔
سنہ ۱۲ھ میں عبد العزیز بن مسعود نے جو ابن سعود کا مورث اعلےٰ تھا۔ کربلا۔
طائف اور مکہ معظمہ کی حرمت کو توڑا۔ زن و بچہ کو قتل و غارت کیا۔ کتب خانوں کو
برباد کیا۔ لوٹ و مار کا بازار تین دن تک گرم رکھا۔ اور عین اسوقت جبکہ ترک علیہم
کے ساتھ جنگ مدافعانہ میں مصروف تھے۔ حجاز میں قیامت صغرےٰ بپا کر دی
محمد علی پاشا خدیو مصر کا خدا بھلا کرے کہ انہوں نے بروقت امداد دی۔ ورنہ تطہیر
حجاز جسکا ماتم آج گوناگوں طریقوں سے محض سعودی حمایت کے لئے کیا جا رہا ہے
کبھی کی سر انجام پا چکی ہوتی۔ اگر نجدی ذریت اپنے آبا کے نقش قدم پر آج
بھی چل رہی ہے تو یہ کچھ حیرت کا مقام نہیں۔ گندم از گندم بروید جو ز جو۔
تاریخ ہمیشہ اپنے واقعات دہرایا کرتی ہے لیکن افسوس اُن لوگوں پر ہے جو
ان ظاہر و باہر حقائق کے مشاہدے کے بعد بھی ابن سعود کی بے گناہی ثابت
کرنے کیلئے حیلے تراش رہے ہیں۔ پس وہ سعودی ایجنٹ نہیں تو اور کیا ہیں۔

حامیان ابن سعود کی عیاری

ایک گروہ اس خیال کی اشاعت میں مصروف ہے کہ ابن سعود اس جرم کا مرتکب نہیں ہوا۔ بلکہ یہ بے ادبی اسکی نجدی فوج سے جو محض جاہل ہے سرزد ہوئی اور اس نے اسپر اظہار پشیمانی کیا ہے اور یقین دلایا ہے کہ آیندہ ایسا نہوگا۔ گویا مطلب یہ ہے "کہ قصور انکا نہ تھا۔ انکی بیوی کا تھا" اول تو اس امر کی کوئی تصدیق نہیں کہ ابن سعود نے ایسا کہا ہو۔ کیونکہ خود ابن سعود نے مجموعہ کتاب التوحید صفحہ ۱۹ پر لکھا ہے کہ جو شخص قبہ گرانے پر آمادگی بھی ظاہر نہ کرے وہ کافر ہے۔ لیکن اگر باور بھی کر لیا جاوے۔ تو اس غلطی کی تلافی کا عملی ثبوت یہ تھا۔ کہ وہ منہدم شدہ مزارات کو بلا تاخیر و تامل از سر نو تعمیر کرا دیتا۔ تاکہ دنیا کو معلوم ہو جاتا کہ یہ حرکت جاہل و اجلاف سے سرزد ہوئی۔ اور اسکی فوراً تلافی بھی ہو گئی۔ مسلمان مطمئن ہو جاتے۔ اور یہ نوبت نہ ہونے پاتی۔ یا کم از کم یہ اعلان ہوتا کہ بعد از فراغت جنگ انکی تعمیر جلد از جلد تکمیل کی صورت اختیار کرلے گی۔ جنگ میں ایسے واقعات ناگزیر ہوا کرتے ہیں۔ لیکن ابن سعود کی طرف ایسے بیانات کی نسبت کہ آیندہ احتیاط کامل ملحوظ رہیگی۔ محض یاروں کے جمائے ہوئے فقرے ہیں جنمیں حقیقت کا جوہر مفقود ہے۔ کیونکہ تسخیر مکہ اور وفد خلافت سے گفتگو کے بعد نجدی درندوں نے سید الشہدا سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مزار مبارک کا قبہ شہید کر دیا۔ اور علمے الرغم الف خلافت کمیٹی ثابت کر دیا کہ ابن سعود نے یا تو مزارات متبرکہ کے متعلق کوئی وعدہ ہی نہ کیا تھا۔ یا صریحاً کذب بیانی پر عمل پیرا ہوا تھا۔ یہ ایک معما ہے جسکی عقدہ کشائی خلافت کمیٹی کے ناخن تدبیر کی ہی مرہون ہو سکتی ہے۔ یہ امر بھی قرین قیاس نہیں ہو سکتا کہ ابن سعود اپنے مذہب سے برگشتہ ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ تو اپنے زعم میں جو کچھ کر رہا ہے عین اسلام ہے اور اسکے عقیدہ کے مطابق وہابی جو ہندوستان میں کوئی طاقت نہیں رکھتے اور محض بے بس ہیں حنفی مسلمانوں کی مذہبی رواداری

کے لئے اپنی زبان بھی اس معاملہ میں بند نہیں کر سکے اور برابر فتوے پر فتوے دے رہے ہیں کہ گنبد بنانا ناجائز ہے لہذا انہیں گرا دینا چاہئے۔ لیکن ابن سعود کیوں باوجود طاقت وقدرت رکھنے کے اپنے مذہب کے خلاف عمل پیرا ہوگا۔ اور وہ مقصد جسکے باعث اسکے دادا کا چراغ حیات گل ہوا اور اسکی بدبخت قوم ترک غازیوں کی تلوار کا شکار ہوئی ہمیشہ کے لئے فراموش کر دیگا۔ حامیان ابن سعود کی یہ چکنی چپڑی باتیں محض مسلمانوں کو مغالطہ دینے کے لئے ہیں اور انہیں کی اشاعت میں وہ اپنی کامیابی کا راز سمجھ رہے ہیں۔

ابن سعود اپنے مذہب کے خلاف کیوں کرنے لگا

ایک اور گروہ پروپاغنڈا کر رہا ہے کہ ابن سعود نے وعدہ کیا ہے کہ عنقریب ہی ایک موتمر اسلامی قائم کیا جائیگا اور اگر علمائے کرام نے ان مزارات کے جواز کا متفقہ طور پر فتویٰ دیدیا۔ تو سونے چاندی کے بنوا دئے جائیں گے۔ چہ خوش اول ابن سعود کے پاس اتنی دولت ہی کہاں ہے کہ وہ ایسا کرے۔ کیونکہ وہ شخص جو حکومت برطانیہ کا نگر گدا ہو اور اپنی شکم پری کے لئے بدسے بدتر گناہ کے اقدام پر آمادہ ہو جائے وہ اگر ایسی لاف زنی کرے تو تعجب ہے اسکی ڈینگ پرشاید ابھی تک نہیں بتایا جاتا کہ وہ موتمر اسلامی کن علما پر مشتمل ہوگا۔ اگر وہابی اور نجدی عالم ہوں گے تو نتیجہ معلوم تانت بجی اور راگ پایا۔ وہ تو سرتوڑ کوشش کرینگے کہ ایک بھی مزار دنیا پر باقی نہ رہے اور اب بھی دن رات دعائیں کر رہے ہیں کہ کوئی ابن سعود ہندوستان میں ظاہر ہو کر شنیدہ کے بود مانند دیدہ کا سماں پیدا کر دے علمائے حنفی تو تیرہ سو برس سے ان مقامات مقدسہ کے شیدائی چلے آتے ہیں وہ کیوں انکے خلاف آواز اٹھائیں گے انہیں کے فتوؤں پر تو ان قبور کی حفاظت کے لئے سلاطین اسلام نے کروڑوں روپے خرچ کر دئے۔ اگر ملے جلے عالم ہوں گے۔ تو ایک بحث کا میدان قائم ہو جائیگا جسکا نتیجہ ہیچ ہوگا۔ یہ مبحث کوئی نیا نہیں۔ اس قسم کے کئی مباحثے تحریری و تقریری ہو چکے ہیں۔ لیکن عقائد میں ذرہ بھر بھی تبدیلی نہیں ہوئی۔ جب صورت حالات

ہے تو موتمر اسلامی کیا توقع ہو سکتی ہے یہ حرف دکھاوے کے لئے سبز باغ ہیں اور بس
حامیان ابن سعود کی سفیہانہ حرکات اب اسقدر ظاہر ہو چکی ہیں کہ مسلمان ہرگز
اُن پر اعتبار نہیں کر سکتے۔ ان سب لطائف الحیل سے سعودی پٹھوؤں کا
مقصود واحد یہ ہے کہ ابن سعود کے خلاف جو جذبات برانگیختہ ہو رہے
ہیں۔ انہیں حکمت عملی سے دبا دیا جائے۔ اور مسلمانوں میں ایک ایسی
بے حسی پیدا کی جائے۔ کہ ان میں مذہبی غیرت وحمیت نام کو نہ رہے۔ یا
وہ ایسے فاتر العقل ہو جائیں کہ خلافت کمیٹی کے اشاروں پر ہی ناچتے رہیں
مدینہ طیبہ کے متعلق بھی جو کچھ موہوم امیدیں دلائی جا رہی ہیں یہ تب ہی
قابل قبول ہو سکتی ہیں اگر سعودی امت اپنے پیر و مرشد کی غلطیوں کا جو اس سے
طائف شریف اور مکہ معظمہ میں سرزد ہوئی ہیں اعتراف کرے لیکن جب وہ
بحکم احادیث واقوال ائمہ اسکے ہر فعل کو مستحسن اور اسلامی بتا رہے ہیں تو
پھر وہ کس منہ سے کہتے ہیں کہ جو افعال نیک اس سے مکہ میں جو بیت اللہ ہے
جائز اور خدمت اسلامی پر محمول ہو سکتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ انکا اعادہ بیت
الرسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نہ ہو گا کیا نجدیوں کے نزدیک بھی بیت اللہ
سے مرقد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ موقر ہے یا ابن سعود کو اب
اس امر کی پروا نہیں رہی اسکے مذہب کے مطابق کوئی اور نیک کام اس سے
عمل میں آئے۔

خلافتی اپنے امام الہند کے خلاف کیوں گنبد شکنی پر تلے ہوئے ہیں

"مولانا ابو الکلام آزاد نے اخبار زمیندار مورخہ ۹۔ اکتوبر ۲۵ء میں ایک طویل
مضمون سپرد قلم فرمایا ہے جسمیں وہ رقم طراز ہیں۔ کہ

"یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ گنبد گرانے کا معاملہ اس (خلافت کمیٹی) کے مسلک
کے صریح خلاف ہے وہ یقیناً اس سے متفق نہیں ہو سکتی۔ اتنا ہی نہیں بلکہ یہ اسکے
مسلک کی صریح نفی ہے۔ اس کے مسلک کی بنیاد اجتماع کل پر ہے اور اس حادثہ

کا نتیجہ اختلاف و نزاع ہے وہ تمام مسلمانوں کو ایک مشترک مقصد کیطرف
دعوت دیتی ہے۔ اور ان تمام باتوں سے ہٹانا چاہتی ہے جو آپسمیں مایہ النزاع
ہوگئے ہیں۔ لیکن معاملہ بالکل اس سے متضاد سمت پر چلکر ایک نزاع انگیز
سوال چھیڑتا ہے اور اس طرح مسلمانوں کی توجہ اور دلچسپی میں انتشار پیدا کرتا ہے"
اگر اسی بیان پر خلافت کمیٹی کو پرکھا جاوے تو دریافت طلب امور یہ ہیں
کہ کیا خلافت کمیٹی نے میدان عمل میں اپنے مسلک کا ایک ادنے سا ثبوت
پیش کیا ہے۔ اگر انہدام مساجد و مقابر اسکے مسلک کے خلاف تھا تو کیا اسنے
آجتک کوئی جلسہ کرکے ابن سعود کی ان حرکات پر کوئی قرارداد نفرت و حقارت
پیش کی ہے۔ یا کوئی صدائے احتجاج بلند کی ہے یا اور کوئی ایسا طریقہ اختیار
کیا ہے جس سے مسلمانوں پر ہویدا ہوجاتا کہ وہ قطعی طور پر اس معاملے میں نہ تو
ابن سعود سے متفق ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ خلافت کمیٹی تمام فرقہائے اسلام
کی نمایندہ جماعت ہے اور سب کے حقوق کی حفاظت کا ذمہ اٹھائے ہوئے ہیں۔
اس کا فرض اولین ہے کہ وہ فرقہ دارانہ تعصب اور جنبہ داری سے اپنا دامن ملوث
نہونے دے۔ لیکن افسوس کہ اس نے ایسا نہ کیا وہ اپنے مسلک سے بہت
دُور ہٹ چکی ہے۔ اور اپنے موجودہ طرز عمل سے علی رؤس الاشہاد ثابت کر
رہی ہے کہ وہ فرقہ وارانہ تعصب میں سب سے پیش پیش ہے۔ اور اب حرف تو ہین
ہی کی علمبردار ہے۔ زمیندار۔ خلافت اور ہمدرد جو خلافت کمیٹی کے ترجمان ہیں ذرا انکے
فائل اٹھا کر دیکھیں کہ ان میں کس شقاوت سے حنفی مسلمانوں کو کوسا گیا ہے اور
انکی دل آزاری کا کوئی پہلو فروگذاشت نہیں کیا گیا۔ کیا ایک فرقہ کو چرکے دے دے کر
دوسرے فرقہ کے خلاف اکسانا یا ابھارنا ایک خالص اسلامی خدمت ہے یا خلافت کمیٹی
کا یہی نصب العین ہے۔ اور یہی وطیرہ اجماع کل کے لئے لابدی ہے زبان سے
تو نہایت بلند آہنگی کے ساتھ اتحاد اتحاد پکارا جاتا ہے۔ لیکن تحریروں اور تقریروں
میں انشقاق کی بنائیں استوار کی جاتی ہیں اور ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ پھر مسلمانوں

کی فہم و فراست پر ماتم کیا جاتا ہے

مشکلے دارم ز دانشمند مجلس باز پرس
توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر میکنند

یہاں اس حقیقت کا انکشاف بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ
پرآشوب زمانہ میں ہر حنفی مسلمان کو جو مزارات مقدسہ و مآثر متبرکہ اور مساجد سے
محبت رکھتا ہے اور ابن سعود کے موجودہ طرز عمل کو نفرت کی نگاہوں سے دیکھتا ہے
بلاسبب اور بے وجہ شریفی ایجنٹ کہا جاتا ہے اور خلافت کمیٹی کی بارگاہ سے
اُسے بے ایمانی ایمان فروشی - ضمیر کشی - جنبہ داری کے اسناد فوراً عطا ہو
جاتے ہیں - خواہ اُسے شریف سے بوجہ اسکے جرائم کے ذرہ بھر بھی ہمدردی
نہ ہو - واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ آویزش نجد و حجاز میں حنفی مسلمانوں نے
کبھی بھی شریف کا ساتھ نہیں دیا - اور اُسکی بداعمالیوں کے باعث ہمیشہ
اس سے متنفر رہے ہیں - اسوقت سے لیکر جب شریف نے ترکوں سے
غداری کی آجتک حنفی مسلمانوں کے وطیرہ میں کوئی فرق نہیں آیا - اور ڈاکٹر
سیف الدین صاحب کچلو نے جو خلافت کمیٹی کے روح رواں ہیں اس حقیقت کو
بارہا اپنی تقریروں اور تحریروں میں مسلمانانِ ہند تک پہنچایا ہے - وہ لوگ
جو آج حنفی مسلمانوں کی دشمنی میں اولیت کا تمغہ امتیاز رکھتے ہیں اگر اپنے
سینے میں دل اور اس دل میں ذرہ بھر بھی ایمان پاتے ہیں تو خدا کو حاضر و ناظر
مانتے ہوئے ذرا بتائیں کہ حنفی مسلمانوں نے شریف کی کب اور کہاں حمایت
کی ہے یا ابن سعود کو کب اسوجہ سے بُرا کہا ہے کہ وہ شریف سے نبرد آزما
ہے - انہوں نے ابن سعود کی جارحانہ کارروائیوں میں کونسی رکاوٹیں حائل کیں
ہیں - شریف کی حمایت میں کتنے جلسے منعقد کئے ہیں - کتنا چندہ اسکے لئے فراہم
کیا ہے - اخباروں میں کسقدر شور و غوغا مچایا ہے شریف کی ہمنواؤں پر کتنے
تار ہمدردی کے دئے گئے ہیں کن طریقوں سے اسکی ڈھارس بندھائی گئی ہے
کیا تدابیر اختیار کی جا چکی ہیں کہ اسکا اقتدار بحال رہے - کونسی دول سے استدعا

کی گئی ہے کہ وہ اپنے اثر کو کام میں لا کر بالواسطہ یا بلاواسطہ شریف کی امداد و اعانت کریں۔ اگر ان سب باتوں کا جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو حامیان ابن سعود کا ضمیر ہی اُنپر واضح کر دیگا کہ یہ ناپاک الزام جو حنفی مسلمانوں پر افترا کیا گیا ہے کسقدر باطل اور سفیہانہ ہے اور اسکے موجد باوجود صلح کل۔ ثالث بالخیر اور امن کے حامی ہونے کے حق سے کسقدر دور جا رہے ہیں۔ وہ اپنی کرتوتوں کو دیکھیں اُنپر غور و تفحص کریں اور پھر غرق خجالت میں ڈوب مریں۔

مسلمان مقابر و مشاہد کے انہدام پر مضطرب ہوئے

ہاں حنفی مسلمان اسوقت ضرور تڑپ اُٹھے جب ابن سعود نے طائف شریف کو مسلمانوں کا مذبح قرار دیا۔ بلد الحرام کی حرمت کو توڑا مساجد و مقابر پر دست تعدی دراز کیا۔ اور اپنی بزدلی۔ شقاوت قلبی اور ازلی بے بصیرتی کا دوامی اشتہار دیا۔ اگر حنفی مسلمانوں کے اس جذبے کا نام شریفی حمایت ہے اگر بزرگان دین سے ارادت اور مساجد کی الفت شریفی پرو پاگنڈے کے مترادف ہے تو انہیں یہ الزام مبارک ہو۔ وہ تیرہ صدیوں سے اس جرم کے مجرم چلے آتے ہیں اور یہ عقیدہ انکی طبیعت میں اسقدر راسخ ہو چکا ہے کہ جبتک کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس دنیا میں قائم اور مسلمانوں کا اسیر ایمان ہے تب تک کوئی طاقت تو کجا اسکو محو نہیں کر سکتی۔

نجدیوں نے کون کون سے مقامات مقدسہ منہدم کئے

طائف شریف اور مکہ معظمہ میں شیاطین نجد کی فوج یاجوج و ماجوج نے جن مقامات مقدسہ کو چشم زخم پہونچایا ہے اسکی مختصر سی فہرست ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

مساجد۔ مسجد جن - مسجد بوقبیس - مسجد اتا احطیناک الکوثر - مسجد بلال

ماثر۔ مولد نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم - مولد فاطمہ رضؓ - مولد صدیق رضؓ - قربانگاہ اسمٰعیل رحجبل نور

مزارات۔ ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبرے رضؓ - حضرت آمنہ والدہ محترمہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم - اور مزارات بنی ہاشم

حضرت عبد الرحمن بن ابوبکر رضؓ -

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضؓ - حضرت حمزہ رضؓ

مذکورہ بالا فہرست ۳ حصوں میں منقسم کی گئی ہے - اول مساجد جو شہید کر دی گئی ہیں - **دوم** - ماثر جنہیں خراب کیا گیا ہے - اور **سوم** - مقابر جنکے قبے گرا دئے گئے - اور قبور کو منہدم کر دیا گیا ہے - مزارات کے متعلق تو وہابی بصداق آنکہ ملا آنست کہ چپ نشود بہت کچھ لکھ چکے ہیں اور لکھتے رہیں گے

لیکن مساجد و ماثر کے متعلق انہوں نے خامہ فرسائی نہیں کی کہ انکا انہدام کس نص جلی یا حدیث مرفوع کے تحت بیں ازبس ضروری تھا - یا یہ مساجد کسطرح ترقی وصداقت اسلام کی راہ میں سد سکندری کی طرح حائل ہو رہی تھیں اس معاملے میں انکی خاموشی ضرور حیرت افزا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ انکے جیاد جود ماغوں کو کوئی بہانہ ایسا نہیں ملا جسکے سہارے یا یل بوتے پر ابن سعود کی اس حرکت کو نور کے سانچے میں ڈھال کر رکھ دیتے - بہت سی جدت پسند طبائع نے مقدور بھر کوشش کی ہے کہ کوئی توجیہہ ایسی نکل آئے - لیکن باوجود تلاش بسیار کے وہ قرینے سے پسپا ہونے پر مجبور ہوئے ہیں - اور اپنا تمام زور اور غصہ مزارات کے انہدام کے جواز پر انکا کر ٹھنڈے ہو گئے ہیں +

سعودی اخبار بھی اس مسئلہ کے متعلق صمٌ بکمٌ کا وظیفہ گردان رہے ہیں اور ہمیشہ اپنا دامن بچاتے چلے جاتے ہیں - اگرچہ سعودی حمایت نے اپنے پر یہ فرض عائد کر رکھا ہے کہ وہ طائف میں مسلمانوں کے قتل عام کا جواز دیں انہدام مساجد کے جواز پر دلیل لائیں نبش قبور کو صحیح ثابت کریں نہ یہ کہ قبور لپر ہی قلابازیاں

کھاتے رہیں۔

مساجد کا مسئلہ بلحاظ اپنی نوعیت کے نہایت اہم واقع ہوا ہے اور تجدیوں نے چونکہ اسے دل ہی میں جائز قرار دے لیا ہے اس لئے سب سے پہلے اسی کے متعلق کچھ عرض کیا جاتا ہے +

قرآن مجید نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ۝ یعنے اے مسلمانو اگر کسی امر میں تم میں جھگڑا واقع ہو تو اللہ اور اُسکے رسول کی طرف رجوع کرو۔ اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہ اچھی بات ہے اور اسکا انجام بھی نیک ہے اسلئے ضروری ہے کہ ہم سب سے پہلے کتاب اللہ کی طرف رجوع کریں اور معلوم کریں کہ خداوند لایزال نے مساجد کے لئے کیا احکام صادر فرمائے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :۔

تجدیوں نے مسجدیں شہید کرکے کن آیات قرآنی کی ورزی کی خلاف

(۱) وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِهَا اُولٰٓئِكَ مَا کَانَ لَهُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِیْنَ ۝ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ یعنے اس سے بڑھکر ظالم اور کون ہوگا۔ جس نے اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا ذکر روک دیا۔ اور اوسکی بربادی کی فکر کی۔ ایسوں کو تو بہت ڈر کر اس میں جانا چاہئے تھا۔ دنیا میں انہیں رسوائی ہے اور آخرت میں ان پر بڑا عذاب ہوگا۔

(۲) وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ یُذْکَرُ فِیْهَا اسْمُ اللّٰهِ کَثِیْرًا یعنے اگر اللہ ایک کو دوسرے سے باز نہ رکھتا تو کتنے صومعے گرجے عبادتخانے

اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے گرا دی گئی ہوتیں۔ یعنی اسلامی جہاد میں جن افعال سے محترز رہنے کی ہدایت کیگئی ہے اُن میں ایک یہ بھی ہے کہ عبادت گاہیں بالتخصیص مسلم و غیر مسلم تباہ و مسمار نہ کی جائیں چنانچہ حضور صلعم اور خلفائے راشدین کا ہمیشہ یہی معمول رہا ہے۔ مگر افسوس نجدیوں نے صومعوں اور گرجوں پر قابو نہ پاکر مسجدوں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا۔

(۳) مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وَفِى النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝ مشرکوں کو یہ حق نہیں ہے کہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں درانحالیکہ شہادت کفر ان کے دلوں میں ہو ان کے نیک کام مٹ گئے ہیں اور آگ میں انکو ہمیشہ رہنا ہے۔ اللہ کی مسجدیں وہی آباد کر سکتا ہے جو اللہ اور روز قیامت پر ایمان لاتا ہے۔ نماز پڑھتا ہے زکوٰۃ دیتا ہے اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا قریب ہے کہ ایسے لوگ راہ پانے والے ہو جائیں گے۔

کیا مسجد شکن مسلمان کہے جا سکتے ہیں

مذکورہ بالا آیات کے مطالعہ کے بعد یہ امر مبرہن ہو جاتا ہے کہ وہ بدبخت جسنے اللہ کی مسجدوں کو صرف اس بنا پر خراب کیا کہ وہاں عبادت خداوند لایزال ہوتی ہے ہرگز مسلمان کہلانیکا مستحق نہیں اور یقیناً اسکا ٹھکانا جہنم میں ہے اور یہ انہی لوگوں کا فعل ہو سکتا ہے جو اسلام سے کوسوں دور ہیں اور کسی جدید غیر اسلامی قانون کی متابعت کر رہے ہوں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ مساجد نجدیوں نے خالص اسلامی خدمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے مسمار کیں

بنا انہیں غیر مسلموں کا معبد جانکر ڈھایا ہے۔ حالانکہ اسلام نے تو یہ بھی جائز نہیں رکھا کہ اہل کتاب کے گرجے یا صومعے برباد کئے جائیں۔ پھر ہم نہیں سمجھ سکتے کہ کس بنا پر نجدیوں کے اس فعل کو مستحسن قرار دیا جا رہا ہے۔

سلیمان ندوی کا نکتۂ غریبہ

مولوی سید سلیمان ندوی نے نہایت کد و کاوش کے بعد یہ امر ثابت کرنیکی کوشش کی ہے کہ وہ روایات جو ان مساجد کے متعلق مشہور عام ہو رہی ہیں از بس غلط ہیں یعنی مسجد جن جسکی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ یہاں جنات نے حضور صلعم سے بیعت کی تھی غلط ہے اسیطرح مسجد انا اعطیناک الکوثر بھی اس جگہ موجود نہیں جہاں یہ سورۂ مبارکہ نازل ہوئی تھی وقس علی ہذا یہ ایک تاریخی بات ہے اور محتاج بہ تحقیق ہم مان لیتے ہیں کہ سید صاحب کی تحقیق از روئے تاریخ درست ہے۔ لیکن اس سے نفس مسجد پر کیا اثر پڑتا ہے اور کسطرح وہ ان روایات کی تغلیط سے مساجد کے درجہ سے گر جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر یوں سمجھ لیجئے کہ لاہور میں ایک مسجد ہے جسکی نسبت مشہور ہے کہ وہ نورجہان بیگم نے بنوائی تھی۔ اگر کوئی شخص موجودہ زمانہ میں اس امر کا کافی و وافی ثبوت مہیا کر دے کہ مسجد نورجہان بیگم نے ہرگز نہ بنوائی تھی۔ بلکہ کسی اور شخص نے تعمیر کرائی تھی۔ تو کیا اس انکشاف حقیقت سے یہ بھی لازم آجائیگا کہ وہ مسجد شہید کر دی جائے اور مسلمان وہاں عبادت خداوندی سے روک دئے جائیں یا وہاں ذکر خدا ایک جرم عظیم اور ترقی اسلام کے منافی خیال کیا جائے۔ ہزاروں باتیں غلط مشہور ہو جاتی ہیں لیکن انکا نتیجہ یہ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ مولانا موصوف نے اخذ کرنے کی کوشش کی ہے اور نہ ہی انکی یہ توجیہہ انہدام مساجد کے مسئلے کو کوئی تقویت پہنچا سکتی ہے ✦

مسجد شکنوں کے بہانوں کے جوابات

بعض جدید جو اشخاص ہیں جنکا مقصد زندگی صرف یہی ہے کہ مسلمانوں پر فی سبیل اللہ گوناگوں بہتانات قائم کرکے انکو مورد لعن وطعن بناتے رہیں کہا ہے کہ یہ مساجد مؤید کفر وشرک اور دار البدعات ہوچکی تھیں۔ اسلئے مسلمین کی داخلی اصلاح کے لئے ضروری تھا۔ کہ یہ شہید کردی جائیں۔ تاکہ توہم پرستی کی باطل تعلیم ان کے دماغوں سے نکل جائے۔ لیکن اس دعوے کے ثبوت میں کوئی دلیل پیش نہیں کی جاتی اور یہ محض دعوے ہی رہجاتا ہے یہ نہیں بتایا جاتا کہ وہ کونسے کفریات تھے۔ جو یہاں ہمیشہ سرزد ہوا کرتے تھے۔ کیا ان مساجد میں غیر اللہ کی پرستش ہوتی تھی۔ کیا مسلمان ان مساجد میں اللہ اور اوسکے رسول صلعم کے منکر ہوجاتے تھے۔ نماز کسی اور طریقے سے ادا کرتے تھے۔ کوئی غیر قرآن کی تلاوت ہوتی تھی کوئی بت مسجد میں موجود رہتا تھا۔ یا جنات سے اعانت طلب کی جاتی تھی لیکن زمانہ شاہد ہے کہ یہ مساجد ایسے تمام لغو حرکات سے پاک ومبرا تھیں پھر انکا گرانا کس اعتبار سے درست ہوسکتا ہے۔ بعض اشخاص کا دعوے ہے کہ یہ مساجد سوائے ایام حج کے عموماً غیر آباد پڑی رہتی تھیں اور اشرار حجاز یہاں عیاذاً باللہ محرمات شرعیہ یعنے زنا وغیرہ کے مرتکب ہوتے تھے۔ اگر بفرض محال یہ دعوے بھی تسلیم کرلیا جائے۔ تو بھی مسجدوں کو شہید کرنے کا جواز نہیں دیا جاسکتا۔ اسلام کے زوال اور انحطاط کے زمانے میں ہندوستان میں بھی ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ مساجد میں قسی القلب اشخاص نے محرمات کا اقدام کیا۔ چنانچہ بدبخت گرفتار ہوکر رسوا ہوئے لیکن مسجد شہید نہیں کی گئی اور نہ ہی شرع متین نے ایسا فتوے دیا۔ مسجدیں تو درکنار شہر میں ہزاروں مکانات موجود ہیں جہاں سالہا سال تک خلاف شرع

امور ہوتے رہے ہیں کیا شرع متقاضی ہے۔ کہ یہ تمام مکان ہموار کر دیئے
جائیں اگر فتوے یہی ہے تو شہروں میں شاید ہی کوئی مکان شرع کی دستبرد سے
بچ جائے۔ شرع نے مجرموں پر تعزیریں قائم کی ہیں نہ کہ مکانات پر اور عقل
سلیم کا بھی یہی تقاضا ہے۔ کہ گنہگاروں کو انکے کیفر کردار تک پہونچایا جائے
نہ کہ بیلچہ لیکر بستی کو بیخ بنا دیا جاوے۔ اور دنیا پہ ثابت کر دیا جائے کہ اسلام
و تباہی مترادف ہیں۔ بعثت نبوت سے پیشتر خود خانۂ خدا کا کیا حال تھا۔
کفار مکہ نے وہاں سینکڑوں بُت ڈال رکھے تھے۔ جنکی باقاعدہ پرستش ہوتی
تھی۔ لیکن حضور صلے اللہ علیہ وسلم جب کعبہ کی تطہیر فرمائی تو ان بتوں کو نکالکر
پھینکدیا۔ اور خانۂ کعبہ کو منہدم نہ فرمایا۔ کہ یہاں کفریات دور دورہ رہا ہے۔
لیکن حدیث پر عمل کرنے کے مدعیوں کا خلاف فعل رسولؐ مساجد کو مسمار
کرنا انکی دینی و ایمانی حرارت کا پتہ دے رہا ہے۔ ابن سعود اگر چاہتا کہ خرابی
کو دور کیا جاوے۔ تو سینکڑوں ذرائع تھے کہ اسکا مقصد حاصل ہو جاتا لیکن
سر درد کے دفعیہ کے لئے سر کا قلم کرنا نجدیوں کی ہی عقل بعقال گوارا کر سکتی ہے
حجاج جو بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہوئے ان مساجد میں نماز ہی ادا
کرتے رہے۔ اور کسی نے آجتک ان بدعات و کفریات کو اخذ نہیں کیا جنہیں
ابن سعود کی بدبین نگاہ نے نجد میں بیٹھے دیکھ لیا۔

مقابر سے ملحقہ مساجد کا انہدام

یہی حال ان مساجد کا ہے جو مقابر سے ملحق ہیں ہندوستان میں تقریباً
ہر مزار کے ساتھ ایک مسجد بنائی جاتی ہے جسکی غرض و غایت صرف اسیقدر ہے
کہ زائرین کو ادائے نماز کے لئے سہولت ہو۔ ان مساجد میں پانچ وقت نعرۂ اللہ اکبر
بلند ہوتا ہے اللہ کی عبادت کی جاتی ہے اور مسلمان ایک معبود یا یک
نستعین کے اقرار سے اپنے ایمان کو مضبوط کرتے ہیں مذہب نہیں ہوتا کہ

اس مسجد میں اس بزرگ کی نماز پڑھی جائے اُسکی قبر کو سجدہ ہو یا اُسے معبود سمجھا جائے۔ لاہور میں حضرت مخدوم سید علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش نوراللہ مرقدہ کے مزار کی طرف حنفی مسلمان احتراماً پشت نہیں کرتے۔ لیکن مسجد سے جب حی علے الصلوٰۃ کی دعوت دی جاتی ہے تو خدا پرست حنفی بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونے کے لئے تمام احترام بالائے طاق رکھ دیتے ہیں اور نماز کی حالت میں سب کی پشتیں مزار شریف کی طرف ہوتی ہیں۔ لیکن وہابیوں کا ان ظاہر و باہر حقیقتوں کے باوجود مسلمانوں پر خواہ مخواہ کی تہمتیں دھرنا ان کو مشرک قرار دینا اور واجب القتل گردانتا انکی جہالت تعصب اور بے دینی کی ایک روشن دلیل ہے

کیا نجدیوں کے لئے کوئی اور طریقہ اصلاح نہ تھا

بھلے بُرے ہر مذہب میں موجود ہوتے ہیں اگر کسی جاہل سے کوئی امر خلاف شریعت سرزد ہو جائے تو اس کی وجہ سے تمام مذہب کو قابل مواخذہ ٹھہرالینا قرینِ انصاف نہیں۔ بلکہ ہمدردی مقتضی ہے کہ غلطی کی اصلاح کی جائے اسکے دل و دماغ کو تعلیم کی روشنی سے منور کیا جاوے نہ یہ کہ اس سے بڑھکر جہالت کا ثبوت پیش ہو ممکن ہے کہ بعض ژولیدہ دماغوں نے پیسے بٹورنے کی خاطر تقدس کی ان مساجد کے متعلق روایات وضع کر لی ہوں لیکن ابن سعود اگر ایسا ہی با حمیت تھا۔ کہ عربوں کی گداگری اُسے بے چین کر رہی تھی تو وہ اپنی طاقت و فراست سے انہیں کسبِ معیشت حلال کی جانب مائل کرتا ان کی روزی کے وسائل بہم پہنچاتا تاکہ وہ قوم و ملت کے لئے مفید ہو جاتے لیکن ان سب امور کو بالائے طاق رکھ کر اسکا رکیک حرکات پر اتر آنا بابانگ دہل اس صداقت کا اعلان کر رہا ہے کہ وہ بجز نجدیوں کو نہ تو مسلمان سمجھتا ہے اور نہ ہی یہ چاہتا ہے کہ ان کا کوئی نشان بھی باقی رہ جائے +

مآثر مبارکہ کا ابقا کیوں ضروری ہے

اسی صنف میں وہ مآثر مبارکہ بھی ہیں۔ جنہیں ابن سعود نے تباہ و برباد کیا ہے۔ یہ مآثر اسلام کی جیتی جاگتی تصویریں تھیں جنکی زیارت سے تاریخ اسلام ہر مومن کے دل میں زندہ اور گذشتہ کی یاد حقیقت کی صورت اختیار کر لیتی تھی انسانی فطرت کا یہ تقاضا ہے۔ اور کوئی قوم یا مذہب اس سے مستثنےٰ نہیں کہ وہ اپنے مشاہیر کی یادگاریں قائم کریں۔ جنکی موجودگی آنے والی نسلوں کے لئے ایک درس ہدایت ہوتا کہ وہ ممتاز و موقر ہستی جسکی یادگار قائم کی گئی ہے ایک مثال بنی رہے اور اسکی تعلیم یا زندگی کی اتباع قومی فلاح و بہبود کے لئے جاری رہا ہے اللہ جل جلالہٗ و عم نوالہٗ نے بھی ان یادگاروں کو قائم کیا ہے۔ اور صفا و مروہ کو شعائر اللہ قرار دیا ہے۔ جسپر قرآن کریم شاہد ہے۔ صفا و مروہ کیوں مشہور ہیں ان میں کیا خصوصیت ہے۔ ایام حج میں ان کے درمیان دوڑنا کیوں ضروری قرار دیا گیا ہے۔ میدان منا میں جہاں حضرت خلیل اللہ نے اپنے بیٹے کی قربانی دی تھی۔ اور شیطان نے ۳ بار انہیں بہکایا تھا۔ کیوں آجتک رمی الجمرات کیا جاتا ہے مقام ابراہیم پر نماز کیوں پڑھی جاتی ہے۔ کیا یہ یادگار ابراہیمی نہیں کیا یہ حضرت ابراہیم اور انکی زوجہ مطہرہ کی تاریخ زندگی کا ہمیں ایک ورق نہیں سناتے اور انکا قیام سنت ابراہیمی کو تازہ کرنے اور یاد برقرار رکھنے کا موید نہیں۔ مدینہ منورہ سے جب پہلے سال مہاجرین حج کو مکہ میں آئے تو انہیں حکم ہوا۔ کہ صفا مروہ کے درمیان دوڑتے ہوئے ذرا کندھے ہلا کر چلنا کیونکہ کافر سمجھ رہے ہیں کہ مدینہ کی آب و ہوا مہاجرین کو مخالف پڑی ہے یہ حکم کیوں ابتک حاجیوں پر نافذ ہے۔ مآثر درحقیقت آئندہ نسلوں کی تعلیم و تربیت میں ایک بڑا حصہ لیتے ہیں اور اسی سبب سے انکا قائم رکھنا ازبس ضروری ہے ہندوستان میں ہزاروں یورپین سیاح آئے اور اسلامی یادگاروں کے مشاہدے کے بعد انہوں نے سطوت و شوکت اسلام پر جو انہیں

ہند میں حاصل ہوئیں ہزارہا مبسوط کتابیں لکھ ڈالیں جن سے سلاطین اسلام کی زندگی روشن ہوتی ہے۔ ان مزارات کا چپہ چپہ اور اینٹ اینٹ تاریخ اسلام کی ایک داستان ہے جس سے ہر شخص کم و بیش متاثر ہوتا ہے چنانچہ مولوی ظفر علیخان بھی باوجود ادعائے توہب کے جب سہسرام میں شیر شاہ کے مزار پر حصول کی زیارت سے مشرف ہوئے اور ایک گنبد عظیم بالائے مرقد دیکھا تو آپ بھی اس بگنے گذرے زمانہ میں اسکی صولت و سطوت سے مرعوب و متاثر ہوئے۔ بغیر نہ رہ سکے اسی گنبد سے آپنے ایک صدا بھی سُنی جو اخبار زمیندار مورخہ ۱۷ اکتوبر سنہ ۱۹۲۵ء کے ذریعے مسلمانوں کے گوش گذار ہوئی۔ وھو ھذا :۔

گنبد سے آرہی ہے صدا شیر شاہ کی ٹکرا رہی ہے عرش معلی کے بام سے

وہ دن نہیں ہے دُور کہ اسلام کا علم ہوگا بلند ہند میں پھر اس مقام سے

یہ آثرہ مقابر دن رات صبح و شام بزبان حال اسلام کی گذشتہ شوکت و صولت عظمت و مہابت کی تاریخ سناتے رہتے ہیں۔ اور اہل الرائے حضرات بقدر فکر ان سے استفادہ کر کے مسلمانوں کو پیغام عمل دیتے رہتے ہیں کہ ان کا جمود دُور ہو۔ اور انہیں عزم بلند پیدا ہو۔ لیکن باوجود ان خوبیوں کے وہابیوں کا انکو لات وعزے کے استھان بنانا۔ بتوں سے تشبیہ دینا اور ان کے انہدام پر مصر ہونا درحقیقت اسلامی تاریخ کو تباہ و برباد کرنے کی نیت بد سے ہی ہو سکتا ہے۔

اسی طرح اگر حجاز میں بھی مسلمانوں نے اپنے آقا و مخدوم سرور کونین شہنشاہ دوجہان حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اُن کے جانثاروں (جنکو اس دنیا میں فردوس بریں کا مژدہ نصیب ہوا) کے مقامات کو بطور یادگاروں کے آیندہ نسلوں کے لئے قائم رکھا۔ یا ان کے قرب وجوار میں مساجد تعمیر کیں جہاں وہ جمع ہو کر اپنے خالق و معبود کے لاتعداد احسانات بابیش بہا نعمتوں کے شکریہ میں سربسجود ہوتے ہیں تو اس میں کونسی قباحت لازم آئی۔ توحید میں کونسا رخنہ پڑا۔ تعلیم نبوی کی کہاں خلاف ورزی ہوئی۔ کہ بے بصیرت نجدیوں نے انہیں

منافی اسلام جانکر انکا توڑنا فرض سمجھا۔ آج ہندوستان میں ایسے مسلمان بھی موجود ہیں جو نجدی سنت کی تجدید چاہتے ہیں۔ لیکن ہمیں یہ نہیں بتایا جاتا کہ چند مقابر کے انہدام سے وہ اسلام میں کیا چار چاند لگا دیں گے۔ یا مکہ معظمہ میں مقابر و مساجد کی مسماری سے اسلام میں کیا نروتازگی آگئی ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے والد یا استاد کی کوئی شے انکی وفات کے بعد بطور نشانی رکھ لیتا ہے۔ یا انکی جائے رہائش کو اسلئے محفوظ کر لیتا ہے کہ اسکے دیکھنے سے انکی زندگی کا نقشہ اسکی آنکھوں میں پھر جائے۔ تو اسمیں کیا گناہ ہے اور یہ کسطرح اسلام کے منافی ہے کیا ان چیزوں یا مقامات کا لازمی طور پر یہ نتیجہ ہے کہ رفتہ رفتہ یہ اسکی خالق و معبود بن جائیں گی اور وہ اپنے خدا و احکام رسول صلعم سے بے نیاز ہو کر انکی پرستش شروع کر دیگا اگر حقیقت یہی ہے تو ہمیں لا محالہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ اسلام سے زیادہ کمزور اور بودا مذہب اور کوئی نہیں۔ مشاہدے سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ تمام باتیں بعید از قیاس ہیں۔ قرآن کریم اللہ جلشانہٗ کا کلام ہے لیکن مسلمانوں میں آجتک اسکی پرستش شروع نہیں ہوئی اور نہ ہی وہ خالق کے درجہ تک پہونچا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے اگر کوئی گروہ تعلیم سے بے بہرہ ہو کر اُسے اپنا معبود قرار دے لے۔ تو یہ اس گروہ کی ایک فاش غلطی ہوگی۔ اور ہرگز لازم نہ آئیگا کہ توحید باری کے قائم کرنے کے لئے دنیا میں تمام مصحف تلف اور ہدایت کی تمام راہیں بکلی مسدود کر دی جائیں۔

نجدیوں کو بزرگوں کے قبوں کی بلندی میں اسلام کی پستی نظر آتی ہے

ہندوستان کے وہابی اور نجدی ذریت انہدام مقابر و قباب پر بغلیں بجا رہی ہے۔ اور خوش ہے کہ ابن سعود نے وہ کام کیا جو رستم دستان نے نہ کیا ہوگا چنانچہ اسکے اس فعل کو بوقلموں طریقوں سے سراہا جا رہا ہے کسی وعظ میں یہ بیان ہوتا ہے۔ کہ اسلام کا دور اول پھر جلوہ گر ہو رہا ہے۔ کسی مجلس میں یوں کہا جاتا ہے۔ کہ ترقی اسلام کا زینہ جو مدتوں سے مفقود تھا اب ظاہر ہو گیا ہے

اور وہ دن دور نہیں کہ اسلام پھر اپنی اصلی آب و تاب سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو۔ غرض کئی صدیوں کے تلاش کے بعد ان محققین کو معلوم ہو گیا کہ اسلام کی پستی و زوال کا راز ان قباب کی موجودگی میں مضمر تھا۔ اس لئے یہ لابدی تھا کہ اعلائے کلمۃ الحق کے لئے یہ رکاوٹیں جو سدِ راہ ہو رہی تھیں دور کر دی جائیں۔ کیونکہ ان کی حاضری وعظ۔ پند نصیحت۔ تبلیغ غرض ہر مفید و نیک تحریک کا قلع قمع کرتی تھی۔ جن لوگوں کے دماغ اسطرح منور ہو رہے ہوں ان سے جو کچھ بھی سرزد ہو کم ہے۔ مزارات و گنبدوں کی مسماری کے لئے بہت سی وجوہات بیان کی گئی ہیں لیکن اگر غور سے دیکھا جاوے تو ان کا ملخص صرف اسیقدر ہے کہ

(۱) یہ مزارات خلاف شرع مبین ہیں اور

(۲) انکی موجودگی کفر و شرک کی تبلیغ کرتی ہے۔

پیش ازیں کہ ہم مخالفین کے دلائل کو جو انہوں نے انہدام کے جواز میں بہم پہونچائے ہیں مسترد کریں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعیں کے طرز عمل کو دیکھیں کہ انہوں نے اس مسئلہ کے متعلق امت محمدی کو کیا سبق دیا ہے۔

قبر کے گرد چار دیواری اور اوپر چھت ہونیکے متعلق صحابہؓ کا عمل

سب سے پہلا واقعہ جو ہمارے پیش نظر ہے وہ حضور صلعم کے وصال کا ہے جب اس شہنشاہ بحر و بر و تاجدار رسالت نے حق سے پیوستگی اختیار کی تو بعض صحابہ نے رائے دی کہ حضور کا جنازہ اُٹھایا جاوے لیکن حضرت صدیق اکبرؓ نے بہ موجودگی حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ و دیگر کثیر التعداد صحابہؓ کے ارشاد فرمایا کہ نبی جہاں پر فوت ہوتا ہے اسی جگہ اُسے دفن کیا جاتا ہے اسلئے حضرت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابدی آرامگاہ اسی حجرہ منیفہ کو بنایا

ضروری ہے اسپر صحابہؓ نے اتفاق کیا اور حضور کو اسی جگہ دفن کیا گیا اس حجرہ پر چھت بھی تھی - اور چار دیواری بھی قائم تھی گویا یہ حجرہ مقبرے کے مترادف ہو گیا اور حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جنکی ملکیت میں یہ حجرہ تھا - اپنی رہائش وہاں ترک کر دی - مسلمانوں کے پاس اسوقت اتنا دا فرزد و مال نہ تھا - کہ اس حجرے کو بہترین طریقہ سے بنا دیتے - یہ سعادت آنیوالی نسلوں کی قسمت تھی - اور اپنے وقت پر پوری ہوئی - اسی حجرہ مبارکہ کے پہلو میں مسجد نبویؐ تھی - اگر حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول و فعل کا اتباع ضروری ہے اور صحابہ کرام کا اسوہ حسنہ واجب العمل ہے تو کیا یہ اتباع سنت نہیں کہ قبر پر چھت کا ہونا یا قبر کے پہلو میں مسجد کا بنا لینا مستحسن ہے - اور از روئے شرع مبین اسپر کچھ اعتراض بھی وارد نہیں ہو سکتا تعجب ہے کہ وہ حدیث جو حضرت جابرؓ سے مروی ہے - اور جسکی بنا پر آج تمام قباب ڈھائے جا رہے ہیں اسوقت کسی صحابی کو بھی یاد نہ رہی یا دانستہ اس سے اغماض کیا گیا لیکن تین سو سال بعد جامعین حدیث کو یہ قول رسول صلعم معلوم ہو گیا - اور انہوں نے ایک گونہ صحابہ کرام کو بھی حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم سے (نعوذ باللہ) بے بہرہ بنا دیا - اگر عشرہ مبشرہ و دیگر صحابہ عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جنکی مدت العمر خدمت رسول میں کٹی اور جنہوں نے اشاعت و تبلیغ اسلام میں سب سے بڑھکر حصہ لیا - اسلام سے ایسے ہی بیخبر تھے تو اہلحدیث کو ہم آہنگ رفضہ ہو کر یہ عقیدہ بھی رکھنا چاہئے - کہ صحابہ کرام نے چار دانگ عالم میں اسلام نہیں پھیلایا - بلکہ وہ کچھ اور ہی شے تھی اور خدا جانے انہوں نے احکام خدا اور رسول صلعم کی (نعوذ باللہ) کسقدر خلاف ورزی کی ہو گی - رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو منع فرمائیں کہ قبر پر چھت نہ ہو لیکن صحابہ کرام انہیں زیر سقف دفن کریں اور پھر یہی صحابہ مایہ ناز و فخر اسلام شمار ہوں - ع

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

عہد حضرت علیؓ میں حضرت ام المومنین سیدہ میمونہؓ کی قبر پر قبہ بنایا گیا

ترمذی شریف - جلد اول - صفحہ ۱۱ باب تزویج المحرم میں ہے۔

حدثنا اسحاق بن منصور نا وھب بن جریر نا ابی قال سمعت ابا فزارۃ یحدث عن یزید ابن الاصم عن میمونۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تزوجھا وھو حلال وبنی بھا حلالا وماتت بسرف ودفناھا فی الظلۃ اللتی بنی بھا فیھا - راویان حدیث فرماتے ہیں کہ حضرت ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے مقام سرف میں (یہ ایک موضع مکہ سے دس میل کے فاصلہ پر واقع ہے -) رحلت فرمائی - اور انکو اسی ظلہ (یعنی سایہ پوش یا سایہ دار مکان) میں دفن کیا جسمیں سرور عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب زفاف آرام فرمایا تھا -

کہاں ہیں خلافان نجد جو اپنے آپ کو اہلحدیث کہتے ہیں - آئیں اور بتائیں کہ جب قبر کے گرد تعمیر مکان ناجائز ہے تو کیوں ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو مکان میں دفن کیا گیا - آپ کی وفات ۳۸ھ میں بخلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہوئی - اگر حضرت علیؓ کو مسلمانوں کی قبریں مسمار اور برابر کرنے پر مامور کیا گیا ہوتا تو وہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو کیوں قبہ میں دفن کرنے دیتے - اور ان کے فرزند محمد بن حنفیہ اپنے چچا حضرت عبد اللہ بن عباس کے مزار مبارک پر کیوں خیمہ نصب کرتے ❖

مخالفین بھی مان گئے کہ قبہ مانع پرستش قبر ہے

مخالفین اعتراض کرتے ہیں کہ نبی کے لئے بقول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یہ ایک تخصیصی حکم تھا جسکا اجرا عام مسلمین پر نہیں ہو سکتا - لیکن آجتک

[1] افسوس نجدیوں نے اسے بھی ڈھا دیا -

ایک حدیث بھی اس کے ثبوت میں پیش نہیں کی گئی اور یہ ان کا محض دعوے ہی دعوے ہے۔ لیکن ہم ان کے اس دعوے بلا دلیل کو خاموشی کے ساتھ تسلیم کر لیتے ہیں۔ اور نہیں چاہتے کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار کے متعلق بحث کر کے سوادبی کے مجرم قرار دئے جائیں۔ لیکن اسجگہ ایک حدیث کا حوالہ ضروری ہے۔ جسے مولوی محمد داؤد صاحب غزنوی امرتسری نے اپنے مضمون بعنوان "مزارات۔ قبے۔ اور گنبد شریعت کی روشنی میں" مطبوعہ اخبار زمیندار ۲۔ اکتوبر ۱۹۲۵ء میں زیر ارشاد ہشتم پیش کیا ہے وہو ہذا۔

(۸) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور صلعم نے مرض موت میں فرمایا۔

"لعن اللہ الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد ولولا ذالک لابرز قبرہ غیر انہ خشی ان یکون مسجداً" (بخاری مسلم)

یعنی حضورؐ کے مزار پُر انوار کا کھلے میدان میں ہونا پرستش کے خطرے سے خالی نہ تھا۔ اسلئے حجرے میں دفن کئے گئے۔ گویا یہ بلا تاویل تسلیم کر لیا گیا ہے کہ گنبد (جو چھت اور چار دیواری کا نعم البدل ہے) کی موجودگی مانع پرستش و شرک وکفر ہے بدیں وجہ قبہ ایک مستحسن چیز ہے جسکا قائم رکھنا ازبس ضروری ہے اسلئے لابدی ہے کہ مشاہیر اسلام کی مرقد پرستی کو ہٹانے کیلئے ان پر قبے بنا دئے جائیں تاکہ پرستش کا ہوا دور ہو۔ اور وہابی اس غم میں دن رات نہ گھلا کریں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا مرقد حجرہ میں کیوں بنوایا

ہم پہلے عرض کر آئے ہیں۔ کہ حضور نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار پُر انوار کے متعلق ہم میدان بحث میں آنا نہیں چاہتے لیکن نجد پرستوں سے اتنا ضرور پوچھتے ہیں۔ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کیوں یہ وصیت کی کہ انکو جناب سرور کائنات صلعم کے پاس دفن کیا جائے۔ حضرت صدیق اکبر رضؓ نجدیوں کے نزدیک بھی صحابہ میں سب سے ممتاز اور عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ خوشنودی خدا ورسولؐ کی دولت

سے مالا مال تھے۔ ارشادات آقائے دو جہان سے پوری طرح باخبر تھے۔ قرآن وحدیث کے بہترین عامل تھے۔ اور انکو معلوم ہونا چاہیئے تھا۔ کہ حضورؐ نے ممانعت فرمائی تھی کہ قبر پر چھت یا قبہ ہرگز بنانہ کیا جائے۔ انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ ان کا یہ فعل آیندہ نسلوں کے لئے ایک مستند کی حیثیت رکھے گا۔ وہ خادمان رسول میں سے تھے اور ایک صحابی کی حیثیت رکھتے تھے۔ وہ نبی نہ تھے۔ کہ تخصیص کے حکم سے رعایت لیتے پھر کیا وجہ ہے کہ انہوں نے ایسا عمل فرمایا تاریخ شاہد ہے اور زمانہ پکار پکار کر کہ رہا ہے کہ آپ چھت کے نیچے اپنی خواہش سے مدفون ہوئے۔ اور آجتک آپکا مزار مرجع خلائق ہے۔ لیکن تعجب ہے کہ آپ کے دفن کے موقعے پر نہ تو صحابہ اعتراض وارد کرتے ہیں اور نہ ہی ائمہ کرام اسکے متعلق کوئی حدیث مرفوع بیان کرتے ہیں۔ رافضیوں کے لئے تو یہ فعل ابوبکر صدیق رضؓ نہایت دلخوش کن ہوگا کیونکہ انہیں ایک اور اعتراض ہاتھ آگیا جسکی بنا پر وہ وظیفہ سب وشتم کو طوالت دے سکتے ہیں۔ لیکن دیگر فرق اسلامی اسکا کیا جواب دیں گے۔ کہ مسلمانوں کے پہلے خلیفہ نے فرمان رسالت کی پروانہ کی اور ان احادیث پر جو قباب کے خلاف پیش کی جارہی ہیں عمل نہ کیا۔ کیا ایک خلیفہ برحق وافضل البشر بعد الانبیاء و پیشوائے اسلام کو او خویشتن گم است کرا رہبری کند۔ کا مصداق بنایا جائے یا کیا کیا جائے۔ کیا اسے دین میں نجدی علما جتنی بھی دستگاہ نہ تھی۔ یہ اعتراض کسی طرح اٹھائے بھی نہیں اٹھ سکتا۔ ہاں اگر کوئی نجدی مدد کرے اور تاریخ کے برقی تحقیق سے مانند ندوی ضو فگن ہو کر ثابت کردے کہ حضرت صدیق اکبر رضؓ کی قبر جو پہلوئے قبر رسول الثقلین بتائی جاتی ہے مصنوعی اور خیالی ہے اور یہ کہ حضرت صدیق کا انتقال مدینہ منورہ میں نہ ہوا تھا۔ تو اور بات ہے

حضرت فاروق رضؓ نے خود اپنا مزار زیر قبہ بنوایا۔

حضرت صدیق رضؓ کے بعد اسلام کے دوسرے خلیفۃ الرسول زینت منبر ومحراب

حضرت عمر ابن الخطاب تھے اور تاریخ اسلام میں اجرائے قوانین شرع مبین میں انتہا بیت شدّ و مشہور ہیں آپ نے بھی مرض الموت میں بار بار حضرت صدیقہ رض سے درخواست کر کے اجازت چاہی کہ وہ اپنے مرشد و ہادی سرور دو جہان کے پہلو میں دفن ہوں حضرت عائشہ صدیقہ رض نے اپنی تکلیف کا خیال ترک کر کے انہیں اجازت بخشی اور وہ امیر المومنین بھی اُسی قبہ کے نیچے سپرد خاک ہوا۔ ظاہر ہے حضرت عمر بھی اس حکم سے نابلد تھے۔ کہ قبر پر قبہ کا ہونا ممنوع ہے لیکن تعجب ہے کہ حضرت عمر رض کے یازدہ سالہ عہد معدلت مہد میں کسی صحابی نے انکی توجہ اس امر کی طرف منعطف نہ کی اور نہ ہی حضرت جابر رض کی وہ حدیث جو دہابیوں کی مایہ ناز ہے اُنکے گوش گذار کی کہ حضرت صدیق اکبر رض کا یہ فعل خلاف حکم رسول صلعم تھا کہ کم از کم وہ خود تو مورد الزام نہ ہوتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جملہ صحابہ رض اس حدیث سے نابلد تھے۔ ورنہ ممکن نہ تھا کہ ان میں سے ایک بھی صدائے حق بلند نہ کرتا۔ یہ سعادت ہمارے زمانہ کے اہلحدیث ہی کی قسمت تھی۔ کہ وہ حدیث صحیح مفہوم کو توڑ مروڑ کر خاصان خدا پر افترا کریں۔ اور انہیں اپنے سے بھی کم درجہ کا مسلمان تصور کریں۔ حضرت عمر رض نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ حجرہ مطہرہ جس میں مزارات مقدسہ حضور سید عالم صلعم و صدیق اکبر رض تھے۔ اور جو پہلے کھجور کی لکڑیوں کا تھا آپ نے اُسے پکی اینٹوں سے تعمیر کیا۔ جیسا کہ محقق علامہ عبد الحق محدث دہلوی کی کتاب جذب القلوب میں مندرج ہے +

نجدیوں کی ایک اور توجیہہ کا بطلان

نجدی صاحبان یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ جناب سرور کائنات سے منقول ہے کہ یوم حشر کو وہ شیخین کے ساتھ اُٹھیں گے۔ اسلئے ان ہر دو بزرگواروں کی قبریں وہاں بنیں ورنہ ایسا نہ ہوتا۔ یہ دعوےٰ بھی کسی طرح قابل قبول نہیں ہے کیونکہ حضرت عمر رض کو اگر اس حدیث کا علم ہوتا۔ تو وہ ہرگز اپنی قبر کے لئے مضطرب نہ ہوتے اور بار بار

حضرت عائشہ سے درخواست نکرتے یا اپنی درخواست کی تقویت کے لئے ضرور اس حدیث کا اعادہ فرماتے۔ تاکہ حضرت عائشہ رضؓ کی جانب سے انکار کا خطرہ تک بھی نہ ہوتا۔ ثانیاً حضرت صدیقہ بھی جنکے خزانۂ دماغ میں نصف علم رسول اللہ صلعم موجود تھا۔ اس حدیث سے بے خبر تھیں کیونکہ انہوں نے بوقت اجازت اِس امر کا ذکر تک نہیں فرمایا۔ کہ بحکم خدا و رسولؐ حضرت عمر رضؓ وہیں مدفون ہوں گے۔ بلکہ اُنہوں نے کہا اگرچہ انہیں اپنے شوہر نامدار اور پدر بزرگوار کی زیارت مزارات کے بارے میں تکلیف ہو گی لیکن حضرت عمر رضؓ کی خاطر اسے برداشت فرمائیں گی۔ کیا یہ امر حیرت افزا نہیں کہ حجرہ جسکی ملکیت تھی اسے بھی حدیث کا علم نہوا۔ اور جسکو وہاں دفن ہونا تھا۔ وہ بھی مدت العمر اس سے بے خبر ہی رہا۔ لیکن جامعین احادیث کو ۳۰۰ سو سال بعد اسکا علم ہو گیا۔ اور حضرت شیخین کے تدفین کے متعلق شرعی حیلہ نکل آیا۔ ھٰذا انتہی عجاب +

شیخین کے مزارات پر قبہ ہو اور پر کیوں نہو۔

اب غور طلب امر یہ ہے کہ جب شیخین کی قبور سقف کے نیچے موجود ہیں تو کیا وجہ ہے کہ حضرت عثمان رضؓ جو خلیفہ برحق اور عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ یا حضرت علی رضؓ جو داماد رسول صلعم اور بہمہ صفت موصوف تھے۔ یا حضرت حمزہ رضؓ و عباس رضؓ جو رسول اللہ صلعم کے جلیل القدر چچا تھے کے مقابر پر قبہ جات نہوں۔ یا دیگر اولیائے کرام کی قبور کو خستہ حالی یا پائمالی میں چھوڑ دیا جائے۔ اللہ جلشانہٗ اپنے قرآن کریم میں جناب سرور کائنات کو ارشاد فرماتا ہے کہ اے محمد منافقوں میں سے اگر کوئی مرجائے تو اسکے جنازے کی نماز نہ پڑھنا اور نہ اُسکی قبر پر کھڑا ہونا۔ کیونکہ انہوں نے اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے ساتھ کفر کیا اور فسق میں مر گئے۔ گویا مطلب یہ ہے کہ کفار کی قبروں پر فاتحہ وغیرہ کی ممانعت ہے لیکن مومنین کی نماز جنازہ اور ان کے قبور پر فاتحہ پڑھنا ضروری ہے اسی لئے جناب رسالتمآب نے زیارت قبور کی

تاکید فرمائی ہے۔

(۱) ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ قبروں کی زیارت کرو۔ کیونکہ وہ تم میں آخرت کی یاد پیدا کریں گی (ابن ماجہ۔ باب زیارت قبور)

(۲) ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ میں نے تمکو پہلے زیارت قبور سے منع کیا تھا۔ لیکن اب انکی زیارت کرو۔ کہ اس سے دنیا کی طرف بے رغبتی اور آخرت کی یاد پیدا ہوگی (ابن ماجہ)

(۳) قبروں کی زیارت کرو کہ یہ شے موت کو یاد دلاتی ہے۔ (مسلم)

(۴) جو شخص اپنے والدین کی قبر کی زیارت ہر جمعہ کو کیا کریگا اسے مغفرت ہوگی اور یوں سمجھا جائے گا کہ اس نے حق الخدمت ادا کیا (بیہقی)

(۵) حضرت کے حجرہ میں جب حضرت عمر رض دفن ہو چکے تو حضرت عائشہ پردہ کر کے اندر جاتی تھیں ورنہ اس سے پہلے ننگے بھی چلی جاتی تھیں کیونکہ حضرت عمر رض ان کے قریبی رشتہ دار نہ تھے۔ (رواہ احمد)

(۶) قبور پر زیارت کرنے کے لئے عورتوں کو پہلے پہل منع کیا جاتا تھا۔ اور ملعون تصور ہوتی تھیں۔ مگر بعد میں اجازت ہو گئی تھی۔ اب بھی جو بے قاعدہ ہوں انکو جانا منع ہے۔ (مسلم)

عورتیں اور زیارت قبور

مولوی داؤد صاحب غزنوی نے اپنے مضمون میں جسکا حوالہ پیش ازیں ہو چکا ہے زیارت دستقیم ایک حدیث بیان فرمائی ہے۔ جسکا حوالہ اس جگہ ضروری ہے آپ لکھتے ہیں۔

"حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ لعن اللہ زائرات القبور والمتخذین علیہا المساجد والسراج۔ قبر کی زیارت کرنیوالی عورتوں اور قبور پر مسجد بنانے اور چراغ روشن کرنیوالوں پر خدا کی لعنت ہے"

گویا عورتوں کا قبور پر جانا قطعاً ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اور اس حکم کی خلاف ورزی کرنیوالیاں مستحق عذاب الہٰی ہیں۔ لیکن

تمام کتب احادیث و تاریخ سے یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ بعد از وصال حضور صلعم حضرت صدیقہ رضہ زیارت قبور کے لئے برابر جاتی رہیں۔ اور اسی طرح خاتون جنت بھی حضور صلعم کے مزار پر انوار کی زیارت فرماتی رہیں۔ اگر حدیث متذکرۃ الصدر کو درست تسلیم کر لیا جائے۔ تو لازمی طور پر حضرت صدیقہ رضہ و حضرت فاطمہ رضہ (نعوذ باللہ) اس وعید میں شامل ہو جاتی ہیں جو صریحاً قرآن کے خلاف ہے۔ کیا نجدی بتا سکتے ہیں کہ انکا اس بارے میں کیا عقیدہ ہے اور یہ صحابیات کیوں اس حدیث کے تحت میں نہیں آتیں۔

اس جگہ نامناسب نہ ہوگا اگر ہم اہلحدیث کی زبان بندی کے لئے ایک اور حدیث صحیح مسلم سے نقل کر دیں تاکہ انکو معلوم ہو جائے کہ مولانا داؤد صاحب نے جو حدیث بیان فرمائی ہے وہ کسقدر انکے مطلب سے بعید ہے اور صحابیات پر جو الزام انہوں نے اس ضمن میں عاید کیا ہے وہ کتنا ناپاک ہے۔ . . . .

حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ زیارت قبور میں میں کیا پڑھوں فرمایا یہ دعا۔ السلام علی اھل الدیار من المؤمنین والمسلمین یرحم اللہ المتقدمین منا والمتاخرین وانا انشاء اللہ بکم لاحقون۔ اگر عورتوں کے لئے زیارت قبور سبب لعنت ہوتی تو حضور انکو اس امر سے منع فرماتے نہ یہ کہ دعا کی تعلیم دیتے جس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کا قبور پر جانا ہرگز اسلام کے منافی نہیں۔ اہلحدیث حضرات احادیث نمبر ۵ و ۶ و حدیث متذکرۃ الصدر پر غور فرمائیں اور دیکھیں کہ وہ کہاں تک صداقت کو کام میں لا رہے ہیں۔ اور کیوں ارشاد نبوی میں تحریف کر کے ابن عبد الوہاب کی تعلیم خام کو واجب العمل بنا رہے ہیں انہیں معلوم رہے کہ اس سعی نامشکور میں ہر قدم پر ناکامی ان کے شامل حال رہیگی۔

اور کیوں نہ ہو بزرگان دین کی توہین کا یہی نتیجہ ہوا کرتا ہے۔

مذکورہ بالا احادیث نمبر ۲ تا ۸ سے ضرور ہویدا ہو گا کہ قبور پر جانا بت پرستی یا شرک میں داخل نہیں بلکہ عین اتباع رسول ہے اور اس عمل کا انکار تارک سنت بناتا ہے اسلئے یہ ضروری ہے کہ بالخصوص صدیق، شہید اور صلحا کی قبور محفوظ رکھی جاویں۔ تاکہ ان کی موجودگی نہ صرف دنیا کی بے ثباتی اور کل من علیها فان ویبقی وجه ربك ذو الجلال والاکرام کی تفسیر آشکارا کریں۔ بلکہ نیکی کی ترغیب و تحریص کی تعلیم بھی زائروں تک پہنچاتی رہیں۔

پھر قبریں کسطرح محفوظ ہیں

قبور کے محفوظ رکھنے کا جو طریقہ اہلسنت والجماعت میں مروج ہے وہ سب کے پیش نظر ہے۔ اور اس کے بیان کرنیکی چنداں ضرورت نہیں۔ البتہ ابن عبدالوہاب کی ذریت نے قبور کے متعلق جو احادیث پیش کی ہیں الغالب لباب یہ ہے۔ کہ قبر پر قبہ تعمیر نہ کیا جائے چار دیواری قائم نہ ہو۔ قبر پر کہگل یا لیپائی سے احتراز کیا جائے قبر سے جو مٹی نکلے اوسپر اور مٹی ازیاد نہ ہو۔ اگر یہ سب امور درست تسلیم کر لئے جائیں تو خدارا اس مشکل کا حل بھی کر دیا جائے۔ کہ بادو باران۔ جانوروں کی پامالی اور دیگر شوائب و نوائب زمانہ سے انکو محفوظ رکھنے کا کیا طریقہ ہے تاکہ مسلمان اسپر عملدرآمد ہوں۔ یا ان احادیث کا صرف یہی مطلب ہے کہ تمام قبور تھوڑی مدت میں صفحہ دنیا سے ناپید ہو جائیں اور پھر ڈھونڈنے سے بھی انکا نشان نہ ملے۔ اور مسلمان آثار بزرگان کو گم کر دیں۔ تجربہ شاہد ہے کہ نجدیوں کے قائم کردہ اصولوں کے مطابق کسی قبر کا محفوظ رہنا غیر ممکن ہے تاوقتیکہ ہر روز اسکی نگہداشت نہ ہو۔ لیکن یہ بھی غلط ہے کیونکہ اسکی لیپائی نہیں ہو سکتی۔ پتھر بھی نہیں رکھ سکتے۔ مٹی اسپر نہیں ڈالی جا سکتی اندریں حالات اسکی دیکھ بھال کسطرح حسب منشا ہو سکتی ہے ایک طرف جناب رسالتمآب صلعم کے ارشاد دربارہ زیارت قبور کو رکھ لو۔ اور دوسری طرف نجدیوں

کا دعوے جسے احادیث سے مستحکم کیا گیا ہے اور پھر ان میں مطابقت دو یقیناً ہمارا یہ حال ہوگا۔ ے درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ؛؛ باز میگوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

دشمنان قبور کے پیش کردہ ثبوت پر ایک نظر

ان حقائق کے مطالعہ کے بعد ہم اب ان احادیث کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جو دشمنان قبور نے انہدام کے جواز میں پیش کی ہیں سب سے اہم حدیث وہ ہے جو حضرت جابرؓ سے منقول ہے اور در اصل یہی ایک حدیث ہے جسے الٹ پھیر کر متعدد طریقوں سے پیش کیا جاتا ہے۔ وھو ھذا :۔

قال اخبرنی ابو الزبیر انہ سمع جابرا یقول نھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم عن تجصیص القبور او یبنی علیہ او یجلس علیہا

ابو زبیرؓ حضرت جابر رضؓ سے نقل کرتے ہیں کہ منع کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر پکا کرنے انپر عمارت بنانے اور ان پر بیٹھنے سے۔

اس حدیث شریف میں تین چیزوں سے ممانعت فرمائی گئی ہے۔ لیکن پیشتر ازیں کہ ہم انکی نسبت کچھ عرض کریں انسب معلوم ہوتا ہے کہ شارحین احادیث کی طرف رجوع کیا جائے کہ انہوں نے اس حدیث کا مطلب کیا سمجھا ہے تاکہ ان اشخاص کے اقوال جنہوں خدمت حدیث میں اپنی عمریں گذاریں اور آنیوالی نسلوں کے لیئے مبسوط کتابیں بطور یادگار کے چھوڑیں کیا ہیں۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف کے حاشیہ پر اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ "زینت و تکلف کے لحاظ سے قبروں کا چونہ گچ کرنا ممنوع ہے" (ان یجصص القبور لما فیہ من الزینۃ والتکلف) اگر یہ علت نہو تو کچھ حرج نہیں۔ قبر کو اگر مضبوطی اور قائم رکھنے کے لئے پختہ کر دیا جاسئے تو جائز ہے۔ اس قول کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔ جسے امام طحاوی نے نقل فرمایا ہے۔ مر النبی صلے اللہ علیہ وسلم بقبر ابنہ ابراھیم فرای فیہ حجرا سقط فیہ فقعد ہ و قال

من عمل عملاً فلیتقنہ - یعنی ایکدفعہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم کے مزار پر گذرے دیکھا کہ ایک پتھر ان کے مزار میں گر گیا ہے اسے بلند فرما دیا - اور فرمایا جو شخص کوئی کام کرے اسے چاہیئے کہ وہ اُسے مضبوط کرے اسی حدیث سے یہ بھی استفادہ ہوتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے قبر کی پختگی اور مضبوطی کے لئے اس پر پتھر چن رکھے تھے - اگر قبر کو مع تعویز خام رکھنا منظور ہوتا تو ایسا عمل نہ فرماتے - انہیں معنوں میں مشکوۃ شریف میں ایک اور حدیث وارد ہوئی ہے جو بیان محولہ بالا کو مزید تقویت بخشتی ہے - "عن القسم بن محمد قال دخلت علی عائشۃ رض فقلت یا اماہ اکشفی لی عن قبر النبی صلے اللہ علیہ وسلم وصاحبیہ فکشفت لی عن ثلثۃ قبور لا مشرفۃ ولا لاطئۃ مبطوحۃ ببطحا العرصۃ الحمراء رواہ ابو داؤد" - یعنی قسم بن محمد سے مروی ہے کہ میں ایکدفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رض کی خدمت میں حاضر ہوا - اور میں نے عرض کیا کہ اے ام المومنین میرے لئے جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی قبور کو کھول دیجئے (یعنی پردہ ہٹا کر زیارت کرا دیجئے) پس انہوں نے مجھے تین قبور کی زیارت کرائی جو کہ نہ ہی اونچی تھیں اور نہ ہی زمین سے پیوست تھیں اور ان پر سرخ سنگریزے پڑے ہوئے تھے گویا ان سنگریزوں کا قبور پر ہونا اس امر کے مترادف ہے کہ تعویذ قائم رہیں اور گرد و غبار نہ اڑے اسلئے ان مقامات پر جہاں پتھر دستیاب نہیں ہو سکتا یا بوجہ گرانی کے انکا استعمال عام طور پر نہیں کیا جاتا اگر بغرض حفاظت قبر کو چونہ یا گچ سے محفوظ کیا جائے - تو کیا حرج ہے - مدعا صرف اسیقدر رہے کہ تفخر یا ریا کی غرض سے یہ فعل نہ کیا جاوے - بلکہ مقصود تکریم و استحکام قبر ہو +

ممانعت قبر پہ گھر بنانیکی نہیں ہے

دوسرا حکم ممانعت بنا کا ہے - بنا کے معنی لغت عربی میں یوں منقول ہیں - بنا

یالکسر خانہ ویباور زان خانہ وزن بیگانہ آوردن وبے اعراب بودن کلمہ وبالفتح و وتشدید نون معمار۔ بنابریں اس حکم کا مطلب یہ ہے کہ قبر پہ گھر بنانا ناجائز ہے نہ کہ قبہ۔ کیونکہ قبہ اور گھر میں تفاوت عظیم ہے اور عقل سلیم بھی اسی امر کا تقاضا کرتی ہے کہ قبر عبرت حاصل کرنے کے لئے ہے نہ مکان بنا کر رہایش کے لئے اگر جناب رسالتمآب صلعم کو منظور ہوتا کہ قبہ جات تعمیر نہ کئے جائیں تو آپ ان یقیو علیہا فرماتے۔ جو کسی حدیث میں وارد نہیں۔ علاوہ بریں یبنی علیہ کے یہ معنی بھی بیان کئے جاتے ہیں کہ خود نفس قبر پہ گھر نہ بنایا جاوے لفظ علیہ سے ماحول قبر مراد لینا بھی قرین انصاف نہیں کیونکہ اگر یہ معنی لئے جاویں تو یجلس علیہا کے یہ معنے ہوں گے کہ خود قبر پر یا اسکے ارد گرد بیٹھنا بھی ممنوع ہے گویا قبر کے نزدیک بیٹھ کر قرآن برائے ایصال ثواب پڑھنا یا دعائے مغفرت کرنا بھی ناجائز ہو جاتا ہے۔ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ حضور نے زیارت قبور کا حکم نافذ فرمایا ہے جسکی تعمیل کے لئے نشان قبر ضروری ہے اور چونکہ قبہ جات حافظ نشان قبور ہیں اسلئے انکا انہدام خود قبر کے انہدام کے معنوں میں ہے جو کسی طرح بھی جائز نہیں ہ

قبر پر خیمہ لگانا بھی جائز ہے

زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ قبر پر سال بھر تک ایک خیمہ اسلئے نصب کر دیتے تھے کہ میت پر سایہ رہے۔ لیکن اسلام چونکہ ایسے توہمات کا حامی نہیں اسلئے از روئے شرع اگر قبور پر خیمے اسی غرض سے لگائے جائیں تو ناجائز ہیں جیسا کہ ابن عمرؓ نے جب اپنے بھائی عبد الرحمان کی قبر پر خیمہ لگا ہوا دیکھا تو اپنے غلام کو حکم دیا کہ اسکو اکھاڑ دے۔ کیونکہ ان کے اعمال کا سایہ اسکے لئے کافی ہے۔ لیکن اگر یہ خیمے اس غرض سے لگائے جاویں کہ زائرین کو آرام حاصل ہو اور وہاں بیٹھکر ایصال ثواب کریں تو بلا شک و ریب جائز ہیں۔ امام عینی نے اپنی کتاب عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ (۱) حضرت عمرؓ

نے حضرت زینب بنت جحش اور حضرت عائشہ رضہ نے اپنے برادر معظم حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضہ اور حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم کے مزارات پر خیمے نصب کئے۔ اسی طرح حضرت فاطمہ بنت امام حسن نے اپنے شوہر کے مزار پر خیمہ لگایا۔ یہ خیمے اسلئے نصب ہوئے تھے۔ کہ مدفونین پر سایہ کریں بلکہ ان کی غرض و غایت یہی تھی۔ کہ زائرین کو آرام نصیب ہو اور وہ اطمینان کے ساتھ وہاں بیٹھکر تلاوت قرآن دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کریں۔

قبر پر زائرین کے آرام کیلئے عمارت بنانا جائز ہے

ان حقائق کو پیش نظر رکھتے ہوئے مولانا علی القاری المکی نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں زیر تحت حدیث جو حضرت جابر رضہ سے مروی ہے فرمایا ہے کہ بیشک آئمہ سلف صالحین نے مشائخ و علمائے معروف کے مزارات طیبہ پر عمارت بنانا مباح قرار دیا ہے۔ تاکہ لوگ ان مزارات مقدسہ کی زیارت کریں۔ اور وہاں آرام پائیں عبارت یہ ہے۔ قد اباح السلف البناء علی قبر المشائخ والعلماء المشہورین لیزورھم الناس ویستریحون بالجلوس فیھا۔ مجمع البحار میں علامہ محمد طاہر فتنی نے بھی اسی مضمون کو قلمبند کیا ہے عارف صمدانی قطب ربانی سیدی عبد الوہاب شعرانی نے اپنی کتاب میزان کبرٰے جزو اول صفحہ ۲۵۹ کتاب الجنائز میں منجلہ ان مسائل کے جنہیں ائمہ ثلاثہ امام شافعی۔ مالکی و حنبلی رضی اللہ عنہم مشدد ہیں اور امام ہمام فخر اسلام سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ مخفف مسئلہ بنا علی القبور کی سطرح تحریر فرماتے ہیں ومن ذلک قول الائمۃ الثلاثۃ ان القبر لا یبنی ولا یجصص مع قول ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ بجواز ذلک فالاول مشدد والثانی مخفف یعنی ائمہ ثلاثہ کا قول ہے کہ قبر پر عمارت اور گچکاری نہ کی جاوے امام ہمام ابو حنیفہ النعمان رضی اللہ عنہ کا قول ہے

کہ قبر پر قبہ بنانا اور گچکاری کرنا جائز ہے۔ پس ائمہ ثلاثہ اس مسئلہ میں متشدد ہیں اور امام ہمام محقق۔ دوسری صدی ہجری میں امام اعظم کی قبر پر گنبد تعمیر ہوا لیکن آپ کے شاگردوں میں سے کوئی بھی اسپر معترض نہ ہوا جو کم از کم حنفیوں کے نزدیک حجت ہے۔ کتاب وجیز الصراط فی مسائل الصدقات والاسقاط مطبوعہ لاہور صفحہ ۹۵ پر رقوم ہے کہ شاہ عبد العزیز نے اپنی کتاب بستان المحدثین میں محمد بن یوسف بن علی بن عبد الکریم کرمانی جنہوں نے صحیح بخاری کی شرح الموسوم بہ کواکب دراری لکھی ہے کے حال میں بیان کیا ہے کہ انہوں نے آخر عمر میں حج کا قصد کیا اور بعد از فراغت فریضہ خداوندی بغداد کو جو ان کا مسکن تھا مراجعت فرمائی۔ اثنائے راہ میں بتاریخ ۱۶ محرم ۷۸۶ھ میں بمقام روضہ حیات جاودانی حاصل کی اور انکی نعش بغداد کو منتقل کی گئی انہوں نے اپنی زندگی میں حضرت ابو اسحاق شیرازی کے مزار مبارک کے قریب قبر تیار رکھی تھی۔ جسپر ایک قبہ عالی بھی تعمیر کرایا تھا۔ چنانچہ اسی قبر میں دفن کئے گئے۔ بعدم گنجائش ہم دیگر حوالجات کے اندراج سے قاصر ہیں لیکن اگر مزید ثبوت درکار ہو تو ناظرین مفصلہ ذیل کتب سے استفادہ کر سکتے ہیں:۔

شامی۔ احکام۔ جامع الفتاوی۔ حدیقہ ندیہ۔ تحریر المختار
کشف النور۔ جواہر اخلاص۔ روح البیان۔ انسان العیون
خلاصہ۔ امداد الفتاح۔ مفاتیح شرح مصابیح۔ درمختار

وغیرہ۔ ماحصل اس حدیث کا یہ ہے کہ بنائے قبہ بعدم فائدہ ناجائز ہے والا مباح ہے۔ اگر قبہ سے یہ مقصود ہو کہ وہ میت کو فائدہ پہونچائے یا تفاخر وتکبر کے لئے بنائے جائیں۔ تو یہ افعال یقیناً عبث اور اسراف میں داخل ہوں گے۔ لیکن اگر یہ بنا اس غرض سے کی جائے کہ زائرین آرام پائیں تو بالکل جائز ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے اسلام کے دور اول میں قبور پر خیمہ جات نصب ہوتے رہے ہیں۔ اسلام کی ترقی زمانہ اول میں محدود تھی ان کے پاس

اسقدر زر و مال نہ تھا کہ وہ قبور پر بجائے خیام کے قبہ جات بناتے ۔ لیکن جوں جوں انکی فتوحات میں وسعت ہوتی گئی ۔ تبدریج انکی ہر شے رونق پذیر ہوتی گئی ۔ قرآن شریف پہلے خرما کے ریشوں ۔ لکڑیوں اور چمڑوں پر لکھا جاتا تھا آج بہترین کاغذ اور مطلا و مذہب مجلدات میں پایا جاتا ہے ۔ کیا شرعاً یہ ناجائز ہے ۔ مسجد نبوی ابتدا میں بالکل کچی تھی کھجور کی لکڑیوں کی چھت جسمیں سے بارش کا پانی ٹپکتا تھا اسکی زینت کے لئے کافی تھی ۔ نہ اسمیں حوض تھا نہ سبیلیں نہ غسلخانے ۔ مسلمان ذرا آج اپنی مساجد کو دیکھیں کہ ان کے مینار آسمان سے سرگوشیاں کر رہے ہیں ۔ گنبدوں کی شان ملاحظہ کریں کہ عقل دنگ ہوتی ہے کیا یہ مساجد بھی خلاف شرع مبین ہیں اور ان کا ڈھا دینا ہی ضروری ہے ۔ وہابی ذرا اپنی مسجد جیسی نقش و نگار دار کو ہی دیکھیں اور بتائیں کہ کیا بلحاظ تعمیر اور مصالحہ اسکی ادنیٰ سی بھی مماثلت مسجد نبوی سے ہو سکتی ہے ۔ مسلمان حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کے لباس طریق رہائش ۔ خوراک وغیرہ سے آج اپنا مقابلہ کریں ۔ کیا یہ چیزیں سب ناجائز ہیں ۔ لیکن افسوس کہ ان سب امور سے قطع نظر کر کے صرف قبوں کے برخلاف جہاد کرنا اور مشاہیر اسلام کی یادگاروں کو منہدم کرنا عقل و نقل سے بُعد المشرقین کے فاصلہ پر ہے ۔ سب سے ضروری شے جو تعمیر مساجد ۔ مقابر ۔ مآثر ۔ مکانات وغیرہ میں پیش نظر رہنی چاہئیے وہ اسراف اور مصرف بیجا ہے ۔

تصویر و قبر کے مٹانے پر بحث

عن ابی حیاج الاسدی قال قال علی رض الا ابعثک علی ما بعثنی علیہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان لا تدع تمثالا الا ولا قبرا مشرفا الا سویتہ"

ابو ہیاج اسدی سے روایت ہے کہ مجھے علی مرتضےٰ نے فرمایا کیا میں تجھے اس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا۔ وہ یہ کہ تو کسی تصویر کو مٹائے بغیر اور کسی بلند قبر کو برابر کئے بغیر نہ چھوڑ۔

اس حدیث شریف میں یہ بیان نہیں کیا گیا کہ وہ قبور جنکے برابر کرنیکا حکم دیا گیا ہے مسلمانوں کی تھیں یا کفار کی۔ لیکن اس پر تھوڑا سا غور کرنے سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ (۱) کہ یہ حکم کفار کی قبور کے متعلق صادر کیا گیا تھا۔ کیونکہ مسلمانوں کی قبور پر تصاویر یا مجسمے کبھی نہیں بنائے گئے اور نہ ہی انہوں نے کبھی قبور کو اتنا بلند بنایا تھا۔ جیسا کہ نصاریٰ آجکل بناتے ہیں (۲) کفار کی قبریں اکھیڑی جا سکتی ہیں نہ کہ مسلمانوں کی۔ جیسا کہ فتح الباری شرح بخاری جلد ثانی صـ ۲۶۱ پر مرقوم ہے کہ حضور صلعم نے مشرکین کی قبور کی نسبت حکم فرمایا پس وہ اکھیڑ دی گئیں۔ مسلمانوں کی قبریں ڈھانا توہین میں داخل ہے۔ اسلئے اس حدیث کو مقابر کے انہدام کے لئے پیش کرنا ایک حرکت مذبوحی ہے۔ (۳) اگر اس حدیث سے یہ مفہوم لیا جاوے کہ دو علیحدہ حکم اس حدیث شریف میں دئے گئے ہیں۔ **اول** یہ کہ کفار کی قبروں پر تصاویر کو محو کر دیا جاوے۔ اور **دوسرا** یہ کہ مسلمین کی قبور کو برابر کر دیا جاوے۔ تو یہ تاویل بھی درست نہیں بیٹھتی۔ کیونکہ اگر حکم ثانی میں مسلمانوں کی قبریں مراد ہوتیں تو ان کے لئے حکم ہوتا کہ زمین سے بالشت بھر بلند رکھی جاویں نہ یہ کہ زمین کے بالکل ہموار کر دی جائیں (۴) جن قبور کی مسماری پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تعین ہوا انکی نسبت کہیں بھی تصریح نہیں کہ وہ کن صحابہ کی تھیں۔ جو حضور صلعم کی حین حیات میں مکہ معظمہ میں وفات پا چکے تھے اور ان کی قبریں اسقدر بلند بنائی گئیں تھیں کہ انکو حضور نے گرانا ہی انسب خیال فرمایا۔ صحابہ کرام اسلام کے اسقدر پابند تھے۔ کہ رسول اللہ صلعم کی زندگی میں کوئی کام بھی بلا استمزاج حضورؐ نہ کرتے تھے۔ اور نہ ہی حضورؐ کے اخلاق کریمانہ میں یہ بات داخل تھی۔ کہ وہ اپنے خادموں کی تجہیز و تکفین میں شرکت

سے احتراز فرمائیں کیا یہ امر باعث تعجب اور خود اسلام پر ایک بدنما دھبہ
نہیں۔ کہ وہ چند قبور جو حضور کی موجودگی میں بنائی گئیں اور جن پر آپ نے فاتحہ
پڑھا وہ بھی خلاف شریعت تھیں۔ اگر بحکم خدا یہ قبور گرائی گئی ہوتیں تو یہ اور
بات تھی۔ لیکن حضور کا جیسا کہ انشاء اللہ آگے معلوم ہوگا۔ اپنے عمل کے برخلاف
فرمانا کسی طرح بھی قرین قیاس نہیں ہوسکتا اور نہ ہی صحابہ سے یہ توقع ہوسکتی ہے
کیونکہ جب حضور کی موجودگی میں آپ کے جان نثاران کا یہ عالم تھا تو امت سے
گلہ لاحاصل ہے (۵) حضور صلعم نے مدینہ منورہ میں اپنے سالحقہ مشرف (ملبند)
قبر بنوائی۔ حضرت عثمان بن مظعون مہاجرین میں سے تھے۔ جنہوں نے ۲ھ
میں وفات پائی۔ اور پہلے صحابی تھے جو جنت البقیع میں مدفون ہوئے

بلند قبر بنانے کی اجازت

چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں مطلب بن ابی وداعہ سے مروی ہے

عن المطلب بن ابی وداعہ قال لما مات عثمان بن مظعون
اخرج بجنازتہ فدفن امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلا ان یأتیہ
بحجر فلم یستطع حملہا فقام الیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وحسر عن ذراعیہ قال المطلب قال الذی یخبرنی عن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کانی انظر الی بیاض ذراعی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم حین حسر عنہما ثم حملہا فوضعہا عند
راسہ وقال اعلم بہا قبر اخی وادفن الیہ من مات من
اہلی رواہ ابوداؤد۔

مطلب بن ابی وداعہ سے روایت کی کہ جب عثمان بن مظعون نے انتقال کیا
تو انکا جنازہ نکالا گیا اور دفن کئے گئے تو حضور صلعم نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ
ایک پتھر اٹھا لاوے۔ پس وہ شخص پتھر اٹھانے پر قادر نہ ہوا پس حضور صلعم خود

استادہ ہوئے اور اپنی دونوں آستین چڑھالیں مصحب نے بیان کیا کہ کہا اس شخص نے جس نے خبر دی مجھکو رسول صلعم سے کہ گویا اب بھی وہ نور بازو میری نظر میں ہے پھر حضور نے پتھر کو اٹھایا اور قبر کے سرہانے نصب کیا اور فرمایا کہ میں اپنے بھائی مظعون کی قبر پر نشان رکھتا ہوں تاکہ جو میرے اہل سے وفات پائے اُسے اسی جگہ دفن کروں۔

چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے فرزند سیدنا ابراہیم کو وہیں دفن فرمایا اسی جگہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سعد بن ابی وقاص رضؓ اور سعید بن زید کے بھی مزارات ہیں جو سب زیر قبہ ہیں۔

بخاری شریف میں بھی ایک حدیث حضرت عثمان بن مظعون کی قبر کے متعلق موجود ہے جسمیں مرقوم ہے کہ قبر اسقدر بلند تھی کہ ایک جوان آدمی اُسپر سے پھلانگ نہ مار سکتا تھا۔ ان احادیث سے قبر مشرف کا حضور صلعم کی حاضری میں بننا ثابت ہے۔ لیکن تعجب ہے کہ برائے نام اہل حدیث باوجود ان حقائق کے مسلمانوں کی قبور کے انہدام کی بابت احادیث میں تحریف کرکے محض ابن سعود کی حمایت کیلئے قول وفعل رسولؐ کی شرمناک تکذیب کر رہے ہیں۔

حضرت علی رضؓ کا تعین نجدیوں کو کوئی فائدہ نہیں پہونچا سکتا ہاں اگر وہ احناف کو کافر و مشرک سمجھتے ہیں تو ان کا یہ فعل درست ہو سکتا ہے۔ لیکن پھر بھی قبہ جات سے تو اسے کچھ بھی تعلق نہیں ؛

کسطرح قبروں کو عبادتگاہ بنانا ممنوع ہوا

حضرت جندب رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ سے سُنا کہ آپ نے فرمایا دیکھو تم سے پہلی امتوں نے انبیاء اور صلحا کی قبروں کو عبادتگاہ بنا لیا تھا تم قبروں کو عبادتگاہ نہ بناؤ۔ میں تمکو سختی سے منع کرتا ہوں ؛

شیخ العصر احمد الحفاظ قاضی القضاۃ علامہ ابوالفضل شہاب الدین ابن حجر عسقلانی

شافعی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شرح صحیح البخاری میں فرماتے ہیں۔
بیضاوی نے کہا جب یہود و نصاریٰ اپنے انبیاء کی قبروں کو تعظیماً سجدہ کرتے تھے۔ اور انکو قبلہ بنا کر انکی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور انکو بت بنا کر پوجتے تھے تو اللہ اور اوسکے رسول نے انپر لعنت فرمائی۔ اور مسلمانوں کو ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ لیکن جس شخص نے کسی صالح کے مزار کے قریب بقصد تبرک مسجد بنا لی اور بہ نیت تعظیم نماز اسطرف نہ پڑھی وہ اس وعید میں داخل نہیں۔ قبروں کو سجدہ گاہ بنا لینا اور انکی پرستش کرنا حنفیوں کے مذہب میں قطعًا اور دائمی طور پر ناجائز ہے۔ اہلحدیث حضرات خدارا بتائیں کہ آجتک کسی مسلمان نے قبہ کو پوجا ہے یا قبہ کو یوں مخاطب کیا ہے کہ تو خالق و رازق اور مشکلکشا ہے یقیناً یہ امر کسی وہابی کے مشاہدے میں بھی نہ آیا ہوگا۔ تو قباب کو منہدم کرنا اگر جہالت اور بربریت نہیں تو اور کیا ہے اور انکو گرانے سے کیا فائدہ۔ کہا جاتا ہے کہ قبہ کی موجودگی مؤید پرستش ہے لیکن یہ بھی غلط ہے بہت سے مزارات ایسے بھی ہیں کہ جنپر قبے موجود نہیں لیکن مرجع خلائق ہیں اور سینکڑوں زائرین ہر روز ان کی زیارت سے شاد کام ہوتے ہیں۔ بہت سے دنیا داروں کی قبور ایسی بھی ہیں کہ انپر از روے تفاخر و تکبر قبے تعمیر کئے گئے ہیں لیکن وہ فاتحہ کو ترس رہی ہیں۔ وہاں زاغ و زغن کے آشیانے بنے ہیں اور بوم شوم کی تفرج گاہیں ہیں اگر مشاہدہ کی چشم دوربین کو وا کر کے دیکھا جائے تو انہیں یقین ہو جائے گا کہ قبہ صرف حافظ قبر ہے اور بس۔ اصل چیز مدفون کی شخصیت اور ذاتی استعداد ہے جسے قبہ سے کچھ بھی تعلق نہیں خدا پرست مسلمانوں پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ قبور کی پرستش کرتے ہیں اور اسلئے کہا جاتا ہے۔ کہ نجدیوں کی درندگی طبع کے لئے ایک حیلہ نکل آئے حنفی مسلمان قبور کو خالق و رازق نہیں مانتے انکو عبادتاً سجدہ نہیں کرتے۔ قبور پر انحصار کر کے جادہ جہد و کشمکش حیات سے

دستکش نہیں ہو گئے - لیکن وہابیوں کا مدعی کی ایک ٹانگ گائے جانا انکے تعصب پر مبنی ہے اگر انکا یہ خیال ہے کہ شہید صالحین اور صدیق زندہ نہیں اور ان سے استمداد جائز نہیں یا انکا توسل شرک اور کفر ہے تو یہ ایک دوسرا مسئلہ ہے - جیسے قبور یا قباب سے کچھ بھی تعلق نہیں لیکن اصل بحث سے کنارہ کشی کر کے اور بجو بنکر قبریں اکھیڑنا یا مُردوں کی توہین کرنا مذہباً اور اخلاقاً ایک معیوب امر ہے - اور اس فعل مذموم سے انکے خیال کے مطابق بھی کچھ اصلاح نہیں ہو سکتی اصلاح کا واحد ذریعہ تبلیغ ہے اور اسی کی اشاعت مذہب اسلام کا اساسی اصول ہے +

زمانہ نبوی کے بعد کی کن کن چیزوں کو بدعات کہو گے

یہی تین احادیث وہابیوں کی مائہ ناز ہیں اور انہی کی ہم معنی احادیث انکی بضاعت ہیں - لیکن یہ احادیث نہ تو سنش قبور کی مؤید ہیں اور نہ ہی قباب قباب کی انہدام کی - قبہ کا شمار وہابی بدعت میں کرنے کے عادی ہیں اگر وہ اگر وہ یہی چاہتے ہیں کہ جو کچھ عہد نبوی میں موجود تھا اس سے ایک قدم زیادہ ترقی و تزئین کی طرف نہ بڑھایا جائے تو حاملان حدیث کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ صحاح ستہ کو ہاتھ نہ لگائیں پختہ و گلکار مساجد کو مسمار کر دیں مسجدوں کے پکے فرش اکھیڑ دیں - حوض پاٹ دیں سبیلیں گرا دیں - اپنے رفیع و پختہ مکانات ہموار کر دیں - غرض لباس - خورش و نوش - وضع و قطع میں عہد رسول کا تتبع کریں - لیکن انکا ان تمام باتوں سے کنارہ کر کے صرف قبہ جات سے ٹکریں مارنا نیک نیتی پر مبنی نہیں - اصل مقصود دشمنی و توہین بزرگان دین ہے - موجودہ زمانہ میں ٹیلیفون - تار - ریل - ڈاک - موٹر وغیرہ لوازمات میں سے ہیں - اور وہ شخص یقیناً فاتر العقل ہے جو ان سے اس بنا پر بہرہ اندوز نہیں ہوتا - کہ یہ بدعات میں سے ہیں - ہندوستان کے وہابی ان بدعات سے

مستفیض ہو رہے ہیں لیکن انہیں خوش ہونا چاہیئے - کہ ان کے نجدی بھائی ایسے نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ نجدی جب طائف میں پہونچے تو انہوں نے ٹیلیفون دیکھا اور پوچھا یہ کیا ہے لوگوں نے کہا کہ یہ وہ آلہ ہے جسکی وساطت سے مکہ مکرمہ سے بات چیت ہو سکتی ہے وہ بولے ھٰذا من امر الشیطان اور فوراً اسکو توڑ ڈالا۔ ۹۰ فیصد تعلیمیافتہ نجدیوں کے منور دماغوں کا ثبوت اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے +

شجرۃ الرضوان کی معدومی

وہابی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں شجرۃ الرضوان کو صرف اس لئے کٹوا دیا کہ کہیں اسکی پرستش شروع ہو جائے۔ لیکن یہ مضمون سرتاپا غلط ہے اور نجدیوں نے صرف بپاس سخن واقعات کو مسخ کیا ہے اور تاریخی دیانت سے کام نہیں لیا۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ سعد ابن مسیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے شجرۃ الرضوان کو دیکھا تھا۔ پھر میں ایک سال بعد آیا اور اُسکو نہ پہچانا۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ اُس جگہ پر گذرے بعد اسکے کہ شجر جاتا رہا تھا۔ تو فرمایا کہاں تھا بعضوں نے کہا یہاں اور بعضوں نے وہاں بتایا۔ جب اُنمیں اختلاف زیادہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ چلو درخت جاتا رہا۔ تفسیر روح البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت عمرؓ کو اپنے زمانۂ خلافت میں خبر پہنچی کہ لوگ اس شجرۃ الرضوان کے پاس نماز پڑھتے ہیں۔ آپ نے لوگوں کو ڈرایا دھمکایا اور آپ کے حکم سے وہ درخت کاٹا گیا بخوف ظہور بدعت علامہ اسمٰعیل ان ہر دو روایات میں یوں موافقت کرتے ہیں۔ کہ جب اصلی درخت گم ہو گیا تو لوگوں نے کسی اور درخت کو شجرۂ رضوان فرض کرکے اسکے نیچے نماز پڑھنی شروع کر دی تو حضرت عمرؓ نے اس درخت کو کاٹنے کا حکم دیا۔ نہ یہ کہ اصلی درخت کٹوا دیا۔ حضرت عمرؓ کے عہد مبارک میں

شام و بیت المقدس فتح ہونے آپ نے انبیا کے مزارات اور صالحین کے قبہ جات مثلاً قبہ ابراہیم وغیرہ کو مسمار نہ کیا اور نہ ہی وہ درخت کٹوایا جسکے نیچے سیدنا ابراہیم علیہ السلام بیٹھ کر تعلیم دیا کرتے تھے۔ یہ درخت جو کہ دنیا بھر کے درختوں میں پرانا اور جسکی عمر ہزار سال کی بتائی جاتی ہے آج بھی موجود ہے لیکن آپ نے ان سے کوئی تعرض نہ کیا اور نہ ہی عیاذاً باللہ اسی درخت پر کلہاڑی چلائی۔ جو انکے آقا و مولا سے متعلق تھا۔ اگر ایسا ہی ہوتا تو آپ مزار حضور صلعم تعمیر کرتے مسجد نبوی کو رونق نہ دیتے اور نہ ہی یہ خواہش کرتے کہ وہ جوار سرور کائنات میں دفن کئے جائیں۔

نفاق و شقاق بین المسلمین کے ذمہ دار وہابی ہیں

نجدیوں نے اس پرآشوب زمانہ میں جبکہ مسلمانوں کو اشتراک عمل کی ضرورت تھی۔ انکے شیرازے کو پارہ پارہ کر دیا ہے اور وہ لوگ جو انکے ہوا خواہ ہیں درحقیقت مسلمانوں میں نفاق کی تخم ریزی کر کے اسلام کو چشم زخم پہنچا رہے ہیں۔ اگر ان کے خیال میں مسلمانوں کا طرز عمل یا اولیاء اور صالحین سے ارادت قلبی بے جا صورت اختیار کئے ہوئے ہے تو اسکے ازالہ کا واحد ذریعہ صرف تبلیغ ہی ہو سکتا ہے کہ براہین قاطعہ و دلائل ساطعہ سے حقیقت آشکارا کر کے انکی اصلاح کی جائے۔ لیکن انکا جاہلانہ طریقوں سے مقامات متقدسہ کو تباہ کرنا یقیناً مسلمانوں کے لئے سوہان روح ہے۔ محمد بن عبدالوہاب کی تعلیم کا آغاز ۱۱۵۰ھ میں ہوا اور اسکی تعلیم کا مقصد صرف اسیقدر ہے کہ صحابہ کرام کے بعد سے لیکر اس کے زمانہ تک کسی فرد واحد نے نہ تو اسلام کو سمجھا اور نہ ہی اسکی تبلیغ کی۔ لیکن ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ اسنے اسلام کہاں سے سیکھا اگر وہابی اسے ملہم تصور کرتے ہیں اور ایک نئے دین کا بانی اور جدید مذہب کا پیشوا تصور کرتے ہیں تو یہ اور بات ہے۔ لیکن اگر

اسکا انحصار قول رسولؐ اور اسوۂ حسنہ صحابہ پر تھا۔ تو انکی تقلید اس پر فرض تھی۔ کیونکہ ان سے بہتر اسلام کے پیرو اور عالم اور کوئی نہیں ہو سکتے تاریخ ببانگ دہل گواہی دے رہی ہے کہ ان سو قدسی ہستیوں نے جنہوں نے چار دانگ عالم میں اسلام پھیلایا۔ اور معلومہ دنیا میں نعرۂ اللہ اکبر بلند کیا۔ تبرکات یا مساجد کی توہین روا نہیں رکھی تو ہائی جو جمعہ جمعہ آٹھ دن کی پیدائش میں کیا حق رکھتے ہیں کہ انکی اصلاح میں کوشاں ہوں۔ — بازی بازی بریش بابا ہم بازی ✦

قُبّہ

کیا ہے قبہ ایک چھت کی یا قسیم ہے

کیا ہے قبہ ایک چھت کی یا قسیم ہے
ہے حدیثوں سے یہ ثابت بالیقیں
پھر ہوئے جب فوت ان کے یارِ غارؓ
پھر ہوئے فاروق اعظمؓ جب شہید

یہ مکاں کا سر ہے دیواریں ہیں جسم
بیت صدیقہؓ میں ہیں سرور مکیں
پاس ہی گھر میں بنا ان کا مزار
تھی طرف سے ان کے تاکید اکید

(ق)

دفن کرنا مجھ کو نزدِ مصطفےٰؐ
پس ہوئے دفن اس جگہ فاروقؓ بھی
بہترین انبیاء و اولیاء
کون ہے علم و عمل میں بیشتر
ان کی مرضی سے بنے ان کے مزار

بعد از اذن جناب عایشہؓ
ہیں جہاں آسودہ صدیقؓ و نبیؐ
قبہ کے اندر ہوئے رونق فزا
از رسول اللہ دو بکرؓ و عمرؓ
حجرۂ اقدس کے اندر آشکار

کس مسلماں کی ہے بعد انکے مجال
شیخ نجدی ہی کے ہیں اتباع بد
مسجدوں اور مقبروں پر اک نظر
ان پہ حملہ کرتے ہیں دیوانہ وار
دشمنِ تہذیبِ اسلامی ہیں یہ
اے خدائے کارساز و بے نیاز

جو حرام اسکو کہے جو ہے حلال
ہے ازل سے جنکو نیکوں سے حسد
پھونک دیتی ان کے ہے قلب جگر
تاکہ مٹ جائے بزرگوں کا وقار
روز و شب بدمستِ خودکامی ہیں یہ
ان تبہ کاروں سے خالی کر حجاز

فتح پائیں پھر بزرگوں کے غلام
پھر مساجد کا ہو قائم احترام

ابو الافضل

مبادا یہ خموشی باعثِ افسوس آخر ہو

(از جناب اسحٰق پھپھوندوی)

عداوت جسکو اہل اللہ سے ذرہ برابر ہو
سعودِ ناخلف مٹ جائے غارت اُسکا لشکر ہو
نجاست کفر کی پھیلا رہا ہے نجد طیبہ میں
لقب غازی کا اسکو کیوں نہ دیں اہلِ نجدیت
عجب کیا ہے یہ کافر کیفر کردار کو پہنچیں
خدا نے مہر قلبوں پر لگا دی ہے لعینوں کے
مثیر شیر دل کی طرح ہو یا مردِ حریت
نصارٰی نے اسلئے شہ دے رہے ہیں ان خبیثوں کو
خدا ناخواستہ طیبہ کی حرمت میں جو فرق آئے
بغل میں خلعتِ زر و زر جب ہو لئے میاں صاحب

خداوندا ذلیل و خوار ہو برباد و ابتر ہو
رسولِ پاک کے صدقے میں یارب یہ مہم سر ہو
قیامت کیوں بپا ہو برپا جہاں میں کیوں نہ محشر ہو
مسلمانوں کے خوں میں سرخ جس ملحد کا خنجر ہو
خدا کا قہر نازل نجدیانِ خیرہ سر پر ہو
انہیں احساس دین پاس ملت ہو تو کیونکر ہو
نہ الفاظ کے گودن کی طرح پھاڑے کا خنجر ہو
نہ روضہ ہو نہ مجمع ساری دنیا کا یہاں پر ہو
مسلمانوں کا جینا پھر تو مر جانے سے بدتر ہو
ترانہ حمد نجدیت کا پھر کیونکر نہ لب پر ہو

ہم ایسے رہنما اور ایسے لیڈر سے تو در گذرے
ہوئے نذر برق و آتش خرمنِ امیدِ نجدیت
غلاظت نجدیوں کے قلب کی گر جمع کی جائے
یہ جتنے ہیں مریضِ علتِ مرضِ سعودیت
ہوا تھا جو ثمود و عاد کا یا رب آل بد

ہمارے دین اور ایمان پہ جو حملہ آور ہو
سعودِ خوار کی کشتِ اَمل پامال کیے ہو
ہمالہ سے بھی طول و عرض میں ازبس فزوں تر ہو
علاج ان کا یہی ہے گر کچھ ہو تو بہتر ہو
وہی حشر ان ستمگاروں کا بھی پھر یہ ہو

مسلمانوں کو غفلت اب نہ کرنی چاہیے
مبادا یہ خموشی باعثِ افسوس آخر ہو

حالت اسلام

(مظالم ابن سعود)

طائف میں کربلا ہی کا منظر دکھا دیا
پہلے کہا کہ کھول دو دروازہ ہے امان
نکلے ہیں آکے سینکڑوں ملکی سلا دیئے
افسوس مسجدِ نبوی مولد النبی
حمزہ رض کا قبہ مسجد جن - مسجد بلال رض
توہین کر رہے ہیں مآثر کی اہلِ نجد
صدیق رض کی جگہ نہ جبل نور ہی بچا
جوتے پہن کے پھرتے ہیں اور کرتے ہیں طواف
استنجا پاک کرتے ہیں ناپاک اس جگہ
اور مقبروں میں کرتے ہیں بول و براز بھی

بارہ سو حنفی خون کا دریا بہا دیا
پھر ان کو گولیوں سے بے اکرام اڑا دیا
یثرب میں جا کے فتنۂ محشر جگا دیا
اور قبہ آمنہ رض و خدیجہ رض کا ڈھا دیا
سب توڑ ڈالے خاک میں سب کو ملا دیا
نام و نشاں بزرگوں کا اپنے مٹا دیا
دونوں کی گنبدوں کو زمیں پر گرا دیا
گرجا . . . . سے حرم کو بنا دیا

مکے سے پھر مدینے میں ظالم پہنچ گئے
کی ایسی گولہ باری مدینے شریف میں
بیوائیں عورتیں ہوئیں بچے ہوئے یتیم

چاروں طرف محاصرہ فوجی بٹھا دیا
گنبد بھی روضۂ نبوی کا ہلا دیا
بیچارے سیدوں کے گھروں کو جلا دیا

دنیا میں اک وہابی مسلماں ہیں آجکل!
سب کافر اور مشرک و شیطاں ہیں آجکل!

عقاید اہل نجد

مردود ہیں وہ درگہ رب قدیر کے — منکر ہیں جو رسول کے

ابدال و قطب غوث ولی کیا ہیں پیر تک نہیں! — بے پیر ہیں جو نام سے جسے ہیں پیر کے

کامل کا اعتقاد نہ عالم کا اعتماد — عارف کے معتقد ہیں نہ روشن ضمیر کے

نذر و نیاز و فاتحہ بدعت ہے شرک ہے! — ہمدرد بے نوا کے نہ حامی فقیر کے

جوش وہابیت میں ہیں بدمست استعداد — سنتے نہیں ہیں نالے اسیر و یتیم کے

توپوں کے فیر نعرۂ تکبیر ہو گئے — بندوق کی ہیں گولیاں پیکان تیر کے

پڑھتے نہیں ہیں کلمہ رسول کریم کا — ہاں کلمہ گو اگر ہیں تو نجدی امیر کے

کیا جانئے کس خیال کے انسان ہیں نجد — قائل نہیں کسی بھی صغیر و کبیر کے

دنیا میں ہم سے اچھا مسلمان نہیں کوئی — ایسے خیال ہو گئے قوم شریر کے

ظاہر سفید چہرہ ہیں باطن میں دل سیاہ — دیکھے کوئی خبیثوں کے سینے کو چیر کے

کم بخت پھر مجاہد اسلام بنتے ہیں — کرتے ہیں کام شمر اور ابن زبیر کے

اے لوگو! نوحے میت اسلام کے سنو — یہ مرثیے نہیں ہیں انیس و دبیر کے

مسکین کا ہو نالہ کہ مظلوم کی ہو آہ — دونوں ہیں گرز آتشیں منکر نکیر کے

کہنے کو حنبلی ہیں اور اہل حدیث ہیں
[illegible] کہہ رہی ہے کہ کیسے خبیث ہیں

فقط